جلد ۵ ، شمارہ ۸ رجسٹرڈ نمبر ایل ۱۸۱۷ اگست ۱۹۶۲ء

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم خیرکم من تعلم القرآن وعلمہ (رواہ البخاری)

زیر سرپرستی شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان صاحب

ماہنامہ

تعلیم القرآن

قیمت فی پرچہ ۸ آنے

سالانہ چندہ ۵ روپے

مدیر
سید احمد حسین سجاد بخاری فاضل دیوبند و لکھنؤ

دار العلوم تعلیم القرآن راجہ بازار راولپنڈی

Scanned with CamScanner

ماہنامہ تعلیم القرآن

دورِ جدید

راولپنڈی

بدل اشتراک

پاکستان اور ہندوستان کیلئے

سالانہ پانچ روپے

ششماہی تین روپے

فی پرچہ

پچاس نئے پیسے یا آٹھ آنے

غیر ممالک سے

۱۲ شلنگ صرف

برٹش پوسٹل آرڈر کی صورت میں

محتویات

نمبر شمار	مضمون	صاحب مضمون	صفحہ
۱	تلمیحات	مدیر	۲
۲	پاکستان کا بجٹ ایک مسلمان کی نظر میں	مفتی محمود الحق صاحب	۴
۳	معارف القرآن	مولانا غلام اللہ خاں صاحب	۹
۴	مسئلہ حیات النبی میں سمجھوتہ ہو گیا	مدیر	۱۷
۵	مولانا قاری محمد طیب کا خط		۲۱
۶	چار سالہ نزاع کا خاتمہ	مولانا قاری محمد طیب صاحب	۲۲
۷	سید عنایت اللہ شاہ صاحب کی متعلق تحریر		۲۷
۸	تفسیر آیات متفرقہ	امام اہل سنت مولانا عبد الشکور رح	۲۸
۹	فارسی نظم	قاضی غلام محمد صاحب	۳۳
۱۰	مذاکرات	ادارہ	۳۴
۱۱	قدر و قیمت	مدیر	۴۳
۱۲	قاری محمد طیب صاحب کا خط	ادارہ	۴۷
۱۳	نظم اردو	محمد ظہور الحق صاحب نالی	۴۸
۱۴	روداد اجتماع جمعیت اشاعت التوحید والسنہ	ادارہ	۴۹
۱۵	اظہار حقیقت	"	۵۴
۱۶	مولانا قاضی نور محمد کا عالمگیر ماتم	"	۵۶

بابت ماہ اگست ۱۹۶۲ء

مطابق ربیع الاول ۱۳۸۲ھ

جلد ۵

شمارہ ۸

مدیر

سید احمد حسین سجاد بخاری

اس دائرہ پر سرخ چٹ دیکھی مدت خریداری ختم ہونے کی علامت ہے۔ لہذا ماہ رواں کی ۲۰ تاریخ تک سالانہ چندہ مبلغ پانچ روپے بذریعہ منی آرڈر بھیج کر ممنون فرمائیں۔ بصورت دیگر اگلا پرچہ بصیغہ وی۔ پی ارسال خدمت ہوگا جسے وصول کرنا آپ کا فرض ہوگا۔ اگر خدانخواستہ آپ پرچہ جاری رکھنا نہیں چاہتے۔ تو ایک خط لکھ کر اپنے ارادہ سے مطلع فرمائیں۔

محمد آزاد پرنٹر پبلشر نے تعمیر پرنٹنگ پریس راولپنڈی سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ تعلیم القرآن راجہ بازار راولپنڈی سے شائع کیا

Scanned with CamScanner

تلمیحات

اسلامی مشاورتی کمیٹی کے ارکان کی نامزدگی

اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

روزنامہ "پاکستان ٹائمز" میں ۲۳ جولائی ۶۲ء کو اور روزنامہ "جنگ" راولپنڈی میں ۲۴ جولائی کو حسب ذیل خبر شائع ہوئی ہے: "معلوم ہوا ہے کہ حکومت پاکستان نے اسلامی نظریات کی کونسل کے لئے آٹھ افراد کا انتخاب کر لیا ہے امید ہے کہ صدر چند روز تک ان افراد کی تقرری کی منظوری دیدیں گے جس کے بعد ان کے ناموں کا اعلان کر دیا جائے گا۔ ابتک کونسل کے لئے جو افراد منتخب کئے گئے ہیں انہیں مسٹر جسٹس ایس اے رحمان سپریم کورٹ کے جج مسٹر جسٹس ایس ایم شریف وائس چانسلر پنجاب یونیورسٹی، ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی وائس چانسلر کراچی یونیورسٹی مولانا اکرم خان منیجنگ ڈائرکٹر روزنامہ آزاد ڈھاکہ، پیر عبدالمجید صاحب جو عوام میں پیر صاحب دیول شریف کے نام سے مشہور ہیں۔ حافظ کفایت حسین نامور شیعہ عالم جو اسلامی امور کے ماہر ہیں۔ ڈھاکہ یونیورسٹی کے ایک پروفیسر صاحب کے نام کی ابھی تصدیق نہیں ہو سکی۔ کراچی یونیورسٹی کے ایک پروفیسر بھی شامل ہیں لیکن ان کے نام کی بھی ابھی تصدیق نہیں ہو سکی ...... یہ تمام افراد پاکستان کے سیاسی، اقتصادی، معاشرتی، قانونی، انتظامی مسائل اور اسلامی امور کے ماہر ہیں"۔

یہ مسئلہ آج تک ہماری سمجھ میں نہیں آسکا کہ آخر ہماری حکومت کی نظروں میں اسلامی قانون کا معاملہ کیوں اسقدر خفیف معمولی اور غیر اہم ہے کہ اسکی ترتیب و تدوین کے لئے ہمیشہ غیر ماہرین کی خدمات حاصل کرنے پر قناعت کی جاتی ہے جب مسلمانوں کے عائلی قوانین کی ترتیب کا معاملہ پیش آیا تو اسے (ایک رکن کے سوا) چند مغرب زدہ، اسلامی معاشرہ سے بیزار اور کتاب و سنت کے ضروری علم سے تہی دست نام نہاد "فقہاء" کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا گیا جنہوں نے اسلامی عائلی قوانین کا وہ حشر کیا جو خدا کے کسی دشمن کا بھی نہ ہو۔ ان نام نہاد "اسلامی عائلی قوانین" پر جمہور پاکستان کے جمہور نے سخت ناراضگی اور علماء و عقلاء اہل علم نے انہیں اپنے جذبات و احساسات کیلئے چیلنج سمجھا۔ ابھی عائلی قوانین کے ماتم کا جہلم بھی نہیں گذرنے پایا تھا کہ اچانک یہ خبر بھی موصول ہو گئی کہ اسلامی مشاورتی کمیٹی کے "فقہاء" اور "اسلامی امور کے ماہرین" ارکان کے ناموں کا بھی اعلان کر دیا گیا ہے۔ افسوس ہے کہ حکومت نے جو طرز اسلامی عائلی قوانین کے معاملہ میں اختیار کیا تھا، اسلامی مشاورتی کمیٹی کے سلسلہ میں بھی اسی کا مظاہرہ کیا گیا ہے۔ حالانکہ حکومت پہلے یہ تلخ تجربہ کر چکی تھی کہ رائے عامہ اس غلط طریق کار کے یکسر خلاف ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حکومت کو عوامی جذبات و احساسات کو اس طرح کچلنے اور پامال کرنے میں لذت محسوس ہوتی ہے۔ کم از کم یہی سوچ لیا جاتا کہ یہ طرز فکر و نظر عقل و خرد اور حسن تدبر کے سراسر منافی ہے۔ اگر عقل و خرد کا تقاضا یہ ہے، اور ہر روز مرہ کے تجربات و مشاہدات اس امر کے متقاضی ہیں اور دنیا بھر کے عقلاء اور اہل تدبیر حیات یہ تسلیم کرتے ہیں کہ صحت کی کشتی منجدھار اور تجربہ کار ڈاکٹروں پر مشتمل ہونی چاہیئے [illegible] کہ کیوں نہ ہر شعبہ زندگی کیلئے بلند تر اور اعلیٰ تر تکنیکل امور کی کونسل ماہرین پر مشتمل ہونی چاہیئے نہ کہ ڈاکٹر [illegible]

اور اسلامی قوانین کی کمیٹی کی تشکیل کے موقعہ پر اس غیر دانشمندانہ اقدام کے جواز کی دلیل کیا ہے، کہ اس کیلئے ایسے افراد کا انتخاب کیا جائے جو ایک آدھ کے سوا سارے کے سارے ہی اسلامی قانون کے سند یافتہ اور تجربہ کار تو درکنار اس سے واقف بھی برائے نام ہی ہوں، اور عملی طور پر صبح و شام اسے تار تار کرنے میں مصروف ہوں۔

اسلامی مشاورتی کمیٹی کے مذکورہ ارکان کو سیاسی، اقتصادی، معاشرتی، قانونی، انتظامی مسائل اور اسلامی امور کے ماہرین قرار دیا گیا ہے، یہ ہم مان لیتے ہیں، کہ مذکورہ بالا ارکان باقی امور کے ماہر ہیں اور یہ بھی تسلیم کئے لیتے ہیں، کہ حافظ کفایت حسین صاحب بھی اپنے مذہبی امور کے ماہر ہیں۔ باقی رہے دوسرے ارکان تو ان کو اسلامی امور کے ماہرین کہنا بالکل ایسا ہی ہے جیسا کہ عائلی کمیشن کے ارکان کو (باستثناء واحد) فقہاء ہونے کا اعزاز بخشا گیا تھا۔

جو چاہے آپکا حسن کرشمہ ساز کرے

ہمیں خدشہ ہے کہ اگر صدر نے اس انتخاب کی لقویتیب فرمادی۔ تو جو حشر عائلی کمیشن کے ہاتھوں "اسلامی عائلی قوانین" کا ہوا تھا وہی حشر اسلامی مشاورتی کمیٹی کے ہاتھوں اسلامی امور کا ہوگا۔

ہمیں جمہوریہ پاکستان کے صدر فیلڈ مارشل محمد ایوب خان (ہلال پاکستان، ہلال جرأت) سے بجا طور پر توقع ہے کہ وہ حسن تدبر سے کام لیتے ہوئے اسلامی مشاورتی کمیٹی کے ارکان کی تقرری کی منظوری عطا فرماتے وقت پاکستان کے اساسی نظریے تقدس اور جمہور پاکستان کے احساسات و جذبات کے احترام کو مدنظر رکھینگے۔ ہمارے خیال میں یہ کمیٹی چونکہ اسلامی امور کی کمیٹی ہے۔ اسلئے اس کے تمام ارکان کتاب و سنت کے علوم میں کامل دسترس رکھنے والے، اسلامی قانون کے سند یافتہ اور اس لائن کے کم از کم دس سالہ ماہرین ہونے چاہئیں۔ اور اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی ضروری ہے، کہ وہ حالات حاضرہ پر گہری اور ناقدانہ نظر رکھتے ہوں اور ملک کے روزمرہ کے مسائل سے بخوبی واقف اور ان کا اسلامی حل تلاش کرنے کی صلاحیت رکھتے ہوں۔ دیگر قانونی مشوروں کے لئے صرف ایک ماہر قانون (جو صحیح اسلامی ذہن اور کردار کا مالک ہو) کی شمولیت کافی ہوگی۔

اللہ تعالیٰ پاکستان کی قدم قدم پر مدد فرمائے۔ اہل پاکستان کو صحیح اسلامی آئین پر اسکی بنیادیں مضبوط اور مستحکم کرنے کی توفیق دے اور پاکستان کو دن دگنی اور رات چوگنی ترقی فرمائے۔ آمین۔

خصائل مسلمین

اردو ترجمہ مسائل اربعین مترجم سید ابو احمد سجاد بخاری

حضرت مولانا محمد اسحٰق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی ذات گرامی محتاج تعارف نہیں۔ آپ سراج الہند حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے نواسے اور حضرت مولانا نانوتوی اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کے شیخ الشیوخ ہیں۔ آپکی کتاب مسائل اربعین شادی غمی وغیرہ کی بدعات و رسوم کے رد میں بہترین ہے۔ اسمیں شادی بیاہ ماتم وغیرہ کے مسائل ہیں کتاب و سنت اور ارشادات سلف سے مسلمانوں کی نہایت عمدہ رہنمائی فرمائی ہے مگر فارسی زبان میں تھی۔ اسلئے عوام اس سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے تھے اسلئے اسے سلیس اور عام فہم اردو میں منتقل کر کے شائع کیا گیا ہے تاکہ طبقہ بھی اس سے فائدہ اٹھا سکے۔ شروع میں مصنف کے حالات پر مشتمل ایک مختصر سا مقدمہ بھی شامل ہے۔ کاغذ سفید کتابت عمدہ قیمت جلد ایک روپیہ ملنے کا پتہ: کتب خانہ رشیدیہ ...

پاکستان کا بجٹ ایک مسلمان کی نظر میں

حضرت مولانا مفتی محمود الحق صاحب ممبر نیشنل اسمبلی پاکستان کی اسمبلی میں تقریر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ خصوصاً علیٰ سید الرسل محمد المجتبیٰ وعلیٰ آلہ واصحابہ اولی المحسن والمتقیٰ اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم

لئن شکرتم لازیدنکم ولئن کفرتم ان عذابی لشدید

بجٹ پر عام بحث

خداوند تعالیٰ کا شکر ہے۔ کہ ہم آج آزادی کے بعد پہلی مرتبہ اپنے آئین کے تحت قائم شدہ نیشنل اسمبلی میں بجٹ پر بحث کر رہے ہیں۔ یہ ملک خدا و رسول قرآن و حدیث اسلام مذہب دین کے مقدس ناموں سے حاصل کیا گیا تھا۔ یقیناً یہ ملک ہمارے پاس ایک معظم و مقدس نعمت ہے جسقدر نعمت جلیل ہوتی ہے اتنا ہی اس کا شکر عظیم ادا کرنا ہوتا ہے۔

معزز اراکین! آئیے ہم سب مل کر جائزہ لیں۔ کہ کیا ہم نے فی الواقع اس نعمت جلیلہ کا شکر ادا کیا۔ اور اللہ کے وعدے لازیدنکم کے مستحق بنے یا کفران نعمت کر کے اللہ تعالیٰ کے عذاب شدید کو دعوت دی۔ ہم سب ملک کے منتخب نمائندے ہیں۔ ہمارا قول و فعل، کردار و عمل پوری قوم کے کردار کا آئینہ ہے۔ پاکستان کے معاشرہ کو اسلامی اصولوں پر استوار کرنے، یہاں کی سرزمین کو اسلامی قانون کے لئے ہموار کرنے یہاں سے فرنگی دور کے اثرات کو محو کرنے، یورپین تہذیب و تمدن مغربی افکار و اطوار کو ختم کرنے، غلامی کی منحوس و مرعوب ذہنیت کو فنا کرنے کے لئے ہم نے کیا کیا۔ اور ہمارے اس زیر بحث بجٹ میں ان مقاصد عالیہ کو بروئے کار لانے کیلئے کتنا حصہ رکھا گیا ہے۔

کتنے افسوس کا مقام ہے۔ کہ آج پندرہ سال ہونے کو ہیں۔ ہمارے ملک میں وہی انگریزی دور کا قانون رائج ہے۔ اسی کے مطابق دیوانی اور فوجداری مقدمات کے فیصلے ہوتے ہیں۔ ہمارے سر ندامت سے جھک جاتے ہیں۔ جب ہم ان خوشنما وعدوں کو یاد کرتے ہیں۔ جو پاکستان بنتے وقت کئے جاتے رہے۔ اسلام بچارے کو اس ملک میں اپنے مقصد برآری کے لئے ہمیشہ استعمال کیا جاتا رہا۔ حتیٰ کہ ارکان مجلس ملیہ پاکستان نے حالیہ انتخابات میں بھی اسلام اور اسلامی قانون کے نفاذ کے اعلان میں پوری توتیں صرف کی ہیں لیکن حقیقت میں اسلامی نظام عملاً قائم کرنے کے لئے پندرہ سال میں نہ کوئی کام ہوا ہے۔ اور نہ اس کے قیام کی مستقبل قریب میں کوئی صورت نظر آتی ہے۔

محترم اراکین! فی الواقعہ اگر ہم جانتے ہیں۔ کہ ہمارا ملک اسلامی نظام سے ہی ترقی کر سکتا ہے۔ اور اسکے دونوں بازوؤں

یہ سمجھ کر کہ اسلامی نظام ہی میں مضمر ہے۔ تو ہمیں یہ بھی دیکھنا ہے۔ کہ کوئی بھی نظام حکومت اسوقت تک کامیاب نہیں ہو سکتا۔ جب تک حکمران طبقہ ملک میں ایسی فضا برپا کرے جو اس ملک کے باشندوں کے نظریہ (آئیڈیالوجی) کے مطابق ہو جس میں ہر شخص کو ان اصولوں کے مطابق زندگی گذارنے کی وہ تمام سہولتیں حاصل ہوں۔ جو اس کے عقیدہ وایمان کے عین مطابق ہوں۔ ہر حکومت کا فرض ہوتا ہے۔ کہ وہ ملکی بجٹ میں کچھ رقم اسلئے مخصوص کرے کہ وہ اس کے ذریعے عوام کو ذہنی اخلاقی، ایمانی اور اعتقادی لحاظ سے بلند کرکے پورے معاشرہ کو اس مقام پر لے آئے۔ کہ پھر اس کے تحت قائم ہونے والی عدالتیں، سیکرٹریٹ، انتظامی محکمے، سول اور فوج کی ملازمتیں عوامی مسائل کو حل کرنے اور عوام کی امنگوں اور خواہشات کے مطابق کام کرنے میں کسی قسم کی ذہنی کلفت محسوس نہ کریں۔ ہماری حکومتوں نے پندرہ سال کے عرصہ میں ملکی معاشرہ کو قائم کرنے کے لئے جو پاکستانی نظریہ حیات (اسلام) کے مطابق زندگی گذارنے کے لئے کتنا پروپیگنڈہ کیا ہے۔ اور اس کے لئے گئے تو بجٹ میں کتنی رقم مخصوص کی ہے ظاہر ہے کہ [illegible] گذشتہ حکومتوں میں سے کسی نے اسکی ضرورت کو محسوس کیا اور موجودہ زیر بحث بجٹ میں اس بنیادی کام پر خرچ کرنے کے لئے کوئی رقم مخصوص کی گئی ہے۔

ملک کے عوام ۱۹۴۷ء میں غلامی کا طوق اتارتے وقت جس طرح اخلاق سے تہی دامن تھے آج بھی وہ اسی کھڈے میں ہیں جہاں اگر کوتاہیوں، غلط روش اور گمراہیوں کو دخل ہے وہاں اس حقیقت سے انکار کرنا بھی ظلم ہوگا کہ ہماری حکومتوں نے بھی نئی نسل آزادی کے صحت مند ماحول سے آشنا نہیں ہونے دیا۔ اور ملک کے خزانہ میں سے اصلاح معاشرہ اور اسلامی ماحول پیدا کرنے کے لئے ایک پائی صرف کرنے کو فضول خرچی اور ضیاع مال سمجھا گیا۔ چنانچہ اس تغافل کے نتیجہ میں پندرہ برس کے اس عہد آزادی میں ہمارے اندر خود غرضی، ضمیر فروشی، کذب بیانی، رشوت ستانی، شہادت زور (جھوٹی شہادت) بے حیائی، بد عملی، عفت وعصمت کا فقدان، حیوانیت، ظلم وعدوان، قتل واغوا، چوری ڈکیتی، ملک سے بغاوت، اسلام اور اسلام کے نام سے نفرت عبادات کا استخفاف، مغرب کی اندھی تقلید اور یورپین تہذیب سے مرعوبیت کے رجحانات میں کئی گنا اضافہ ہوا۔ بلکہ اگر میں یوں کہوں کہ ہماری حکومتوں نے ان رجحانات کی اشاعت میں دل کھول کر حصہ لیا۔ تو اسے جھٹلایا نہیں جا سکتا۔ ثقافت کے نام سے عوام میں کی سرپرستی میں بے حیائی کے وہ کھیل کھیلے گئے جن کا ذکر کرنے سے حیا مانع ہے۔ اور لطف یہ کہ اسلامی قومی خزانے سے اس ثقافت اور تہذیب کو اجاگر کرتے رہے اور بے دریغ خرچ کیا گیا جس تہذیب کے مٹانے کے لئے پیغمبر اسلام صلے اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تھے اس طرح ہمارا ملک، مالک کائنات کی فرمانبرداری اور اسوۂ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کے لحاظ سے روز بروز تنزل کی راہ پر گامزن رہا ہے۔ ماضی اور حال کے دریچوں سے جب ہم مستقبل کو جھانکتے ہیں۔ تو ہمارے قلب پر امید کی بجائے ناامیدی اور یاس وقنوط طاری ہوتا ہے۔ محترم اراکین! اگر آج بھی آپ نے لیڈروں نے خود غرضی، مفاد پرستی، انتشار و افتراق کے طوق اتارنے کے لئے اتحاد نہ کیا اور گروپ بندیوں اور سودا بازیوں میں مصروف رہے۔ تو اس ملک کا خدا حافظ۔ آئیے سوچئے اور اسلام کے اساس پر متحد ہو جائیے اس یقین کے ساتھ آئیے کہ جن ذمہ داریوں کو آپ نے سنبھالا ہے ان سے عہدہ برآ ہونے کے لئے راتوں کی نیند حرام کرنی ہوگی۔ عیش وعشرت اور آرام کو خیرباد کہنا ہوگا۔ ملک کے عوام کو ایمان کو بچانے کے لئے خود کو بھی اس کی شدت سے روشناس کرنا ہوگا۔ اور ملک کے رخ کو مادیت پرستی سے ان اقدار کی جانب موڑنا ہوگا۔ جو اقبال میں ہم آہنگ رفاقت ہو [illegible] کی صلاحیتیں پیدا کر لی ہیں۔ ہمارے سامنے جو بجٹ پیش ہوا ہے۔ اسے تیار کرتے وقت [illegible] بجٹ کی ترتیب میں ہمارے عوام کے دینی احساسات اور جذبات کو قطعاً نظر انداز کیا گیا۔

اور ایسا محسوس ہوتا ہے۔ کہ یہ بجٹ کسی لادینی اسٹیٹ کا بجٹ ہے۔ اور سیکولرازم کے احساسات سے اسے مزین کیا گیا ہے جس بجٹ میں شراب جیسی ملعون چیز کے درآمدی ٹیکسوں کو آمدنی کا ذریعہ ظاہر کیا گیا ہو۔ اسکی میں کس طرح تحسین کروں۔ شراب کے بارہ میں فرمان خداوندی یہ ہے۔ رجس من عمل الشیطان فاجتنبوہ لعلکم تفلحون شراب گندی چیز ہے۔ شیطانی عمل ہے اس سے کلی اجتناب کرکے ہی تم فلاح کا راستہ حاصل کرسکتے ہو۔ اس واضح حکم کے بعد شراب کی درآمد پر ہی کامل پابندی ہی ملک کے بچاؤ کا سبب بن سکتی ہے۔

نیز جس بجٹ میں سود کی آمدنی کو ذکر کرتے ہوئے وزیر خزانہ کے دل میں ندامت کے احساسات نہ ابھریں۔ اسکو اسلامی ملک کا بجٹ کس طرح کہا جاسکتا ہے۔ حالانکہ سودخوروں کے متعلق قرآن حکیم نے اعلان جنگ کرتے ہوئے فرمایا ہے۔ وان لم تفعلوا فاذنوا بحرب من اللہ ورسولہ۔ یعنی اگر تم نے سود کا کاروبار ترک نہ کیا تو خبردار تمہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف سے جنگ کا اعلان دیا جاتا ہے۔

الغرض اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ ملک عطا کرکے کتنی عظیم نعمت سے نوازا تھا۔ ہم نے بحیثیت مجموعی کفران نعمت کرکے اللہ تعالیٰ کے عذاب شدید ہی کو دعوت دی ہے۔ ولئن کفرتم ان عذابی لشدید۔ اعاذنا اللہ منہ۔ کاش میرے پاس اسرافیلی صور ہوتا۔ اور میں کسی طرح اپنی آواز آپ کے دلوں پر پڑے ہوئے دبیز پردوں میں سے گذار کر آپ کے عمق قلب میں اتار سکتا۔ کاش میں اپنے دل کے احساسات و جذبات سے آپ کو روشناس کرا سکتا۔ اور آپ کو خواب غفلت سے جگا سکتا۔

میرے نزدیک اس بجٹ کو اسلامی ملک کا بجٹ اس وقت کہا جاسکتا ہے۔ جب اسمیں سے مذکورہ ناجائز مدات آمد کو حذف کردیا جائے۔ اور مندرجہ ذیل چند امور کے لئے اسمیں واضح طور پر کچھ رقم مخصوص کردی جائے۔

۱۔ اسلامی قانون کے نفاذ کے لئے میدان تیار کرنے کے سلسلہ میں پوری قوت سے پروپیگنڈہ کیا جائے۔ اور بجٹ میں اسکے لئے معتدبہ حصے کا تعین کیا جائے۔ اسلئے کسی بھی قانون کے نفاذ سے قبل ذہنوں کی تیاری لازمی ہوتی ہے۔ دور غلامی نے مسلمان ہوتے ہوئے ہمیں اسلام کے ماحول سے اتنا دور پھینک دیا ہے۔ کہ اگر میں عرب کے زمانہ جاہلیت سے اپنے دور کو تشبیہ دوں۔ تو یہ تشبیہ بےجا نہ ہوگی۔ اسوقت بھی اسلامی قانون مناسب ترتیب کے ساتھ انھیں اسوقت دیا گیا۔ جبکہ زندگی کے متعلق ان کے تخیلات ونظریات کی اصلاح کردی گئی۔ اور ان کے ذہنوں کو صاف کردیا گیا۔ چنانچہ انہوں نے پھر اس کے قبول کرنے میں کوئی پس وپیش نہ کی اور بہت تیزی سے وہ آسمانی قانون زندگی کے تمام شعبوں میں جاری و نافذ ہوا۔ آج ملک کا دیندار طبقہ اسلامی قانون کو قبول کرنے کے لئے جتنا بیتاب ہے۔ اسکی یہی وجہ ہے۔ کہ ان کے اذہان پہلے سے تیار ہیں۔ لیکن ملک کا دوسرا طبقہ جن کے دماغ مغربی تہذیب کے مسموم اثرات سے ماؤف ہو چکے ہیں۔ وہ اسلامی قانون کے قبول کرنے میں صرف یہی نہیں کہ پس وپیش کرتے ہیں۔ بلکہ وہ اس کے خلاف طرح طرح کے شبہات کا اظہار بھی کرتے ہیں۔ انگریز نے ہمارے اذہان میں مغربی تہذیب کے نقوش کندہ کراکر چھوڑے تھے۔ وہ آج تک [illegible] باقی ہیں۔ ان نقوش کے ازالہ کے لئے اگر پروپیگنڈہ نہ کیا گیا اور اس کے لئے بجٹ میں اچھی خاصی رقم مخصوص نہ کی گئی۔ تو اسلامی قانون کے نفاذ میں قدم قدم پر تصادم ہوگا۔ اور تصادم میں اسلامی قانون کا مقابلہ کرنے والی یہی قوم آپ کو نظر آئے گی۔ جس نے پاکستان کے معنی لا الہ الا اللہ کا نعرہ لگا کر پاکستان حاصل کیا تھا۔ انگریزی اقتدار کے زیر اثر شراب، جوا بازی، رقص وسرود، بےحیائی، بےپردگی، ریڈیو کے فحش گانوں،

بے کاری اور ناکارگی کی جو حالت ہو گئی ہے۔ اسے مجرد قانون سے نہیں روکا جا سکتا۔ بلکہ اس کے مقابلہ پر اگر تنہا قانون آئے گا۔ تو ملک میں جہاں وہ قانون شکست کھا جائے گا۔ اسلئے اس بات کی ضرورت ہے۔ کہ پروپیگنڈہ کی پوری طاقت سے عوام میں فضا پیدا کریں۔ کہ ان برائیوں کے خلاف لوگوں کے دلوں میں ناگواری اور نفرت پیدا ہو جائے۔ کہ لوگ قانون ساز ادارہ کو ان برائیوں کے خلاف قانون بنانے پر مجبور کریں۔ اور وہ اسلامی قانون کا دل سے خیر مقدم کریں۔ دیکھئے چند سالوں سے ہمارے ملک میں خاندانی منصوبہ بندی کے پروپیگنڈہ پر ملک کا کتنا روپیہ خرچ ہوا۔ ریلوے اسٹیشنوں بس سٹاپوں، بازار کے چوراہوں اور عوامی مقامات پر بڑے بڑے بورڈ آپ کو آویزاں ملیں گے۔ شہروں اور دیہات میں منصوبہ بندی کے مراکز مصروف کار ہیں ہسپتالوں اور سکولوں میں اس پر لیکچر دیئے جاتے ہیں۔ ریڈیو اور اخبارات کے ذریعہ سے بیانات نشر ہوتے ہیں۔ باوجودیکہ خاندانی منصوبہ بندی ملک و ملت کے لئے عقلی دلائل اور اسلامی تعلیمات کے لحاظ سے ناقابل برداشت ہے۔ یورپ کے فلاسفر اور ڈاکٹر تجربہ کے بعد اس سے بیزاری کا اعلان کر چکے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود اس کے لئے کافی رقم خرچ کر کے پروپیگنڈہ کیا جا رہا ہے۔

حتیٰ کہ بعض مولوی نما قسم کے خوشامدی اور ذلیل افراد کی تقریریں یا تحریر کران کے ذریعہ سے اسے اسلام کے موافق ثابت کرنے کی بھی کوشش کی گئی۔ قرآن کریم کی آیات کریمہ اور احادیث شریفہ سے غلط تاویلات کے اختراع کی شرمناک حرکت سے بھی دریغ نہیں کیا گیا۔ مسلم فیملی لاز جیسے غیر اسلامی قوانین کے لئے کتنی زمین ہموار کر گئی۔ باوجودیکہ یہ قوانین ایسے ہیں جن کا اسلام سے دور کا واسطہ بھی نہیں۔ بلکہ ایسی تو مسلمانوں کے پرسنل لاء پر بھی (جس پر انگریزوں نے بھی ہاتھ ڈالنے کی جرأت نہیں کی تھی) ہاتھ صاف کر دیا گیا ہے۔ پرسنل لاء ہی قوم کی آخری متاع ہوتی ہے جس سے اس قوم کا تشخص اور ہستی قائم رہتی ہے۔ لیکن اگر یہ بھی باقی نہ رہا۔ تو اسکی ہستی ہمیشہ کے لئے فنا ہو جاتی ہے۔ اسکی حفاظت کے لئے قومیں سب کچھ قربان کر دیتی ہیں۔

لیکن پروپیگنڈے کی اس طاقت سے کچھ عورتوں اور کچھ زن طبیعت مردوں کو اس کا بھی قائل کرا دیا گیا۔ کہ مسلمان قوم کے اس پرسنل لاء کو بھی بدلوا کر ہی چھوڑا جس کا احترام انگریز جیسے اسلام دشمن اور مستبد حکمرانوں نے بھی کیا تھا۔ الغرض اس طرح کے ظالمانہ اور انتہائی نامعقول قسم کے غیر اسلامی قوانین کے لئے بھی زر کثیر صرف کر کے پروپیگنڈہ کی مہم چلائی گئی۔ تو کیوں عام اسلامی قوانین کے اجراء اور غیر اسلامی لاز کی تنسیخ کے لئے بجٹ میں واضح حصہ برائے پراپیگنڈہ نہیں رکھا جا رہا؟

۲۔ اس ملک میں مشرقی و مغربی دونوں حصوں میں کثرت سے مدارس عربیہ قائم ہیں۔ جہاں خالص دینی ماحول میں درس نظامی کا نصاب پڑھایا جاتا ہے۔

ان مدارس کی امداد کے لئے اسلامی ملک کے قومی بجٹ میں ایک حصہ مخصوص کر دینا ضروری ہے۔ کیا یہ مدارس ہمارے ملک کے تعلیمی ادارے نہیں ہیں۔ کیا اس میں اس ملک کے بچے تعلیم نہیں پاتے۔ فرنگی دور اقتدار میں ان دارالعلوموں کو قطعی طور پر نظر انداز کرنا تو قرین قیاس تھا۔ لیکن آج آزادی کے بعد بھی ہمارے بجٹ میں ان مدارس کے لئے ایک پائی موجود نہیں۔ فیا للعجب آپ کو معلوم ہونا چاہیے۔ کہ ان مدارس نے دین اسلام اور علوم دینیہ کی وہ خدمت کی ہے۔ کہ اگر آج ہماری قوموں میں شعور ہوتا۔ تو ان پر عقیدت اور تحسین کے پھول برساتے۔ انگریزوں کے ڈیڑھ سو سالہ دور حکومت میں تمام مادی وسائل و ذرائع اسلامی حکومت۔ اسلامی شعائر کے مٹانے میں مصروف عمل تھے۔ اگر ادھر سے بیکسی کے عالم میں یہ علمائے کرام مدارس و مساجد کے ذریعہ سے دینی علوم (قرآن و حدیث فقہ) کی حفاظت نہ کرتے۔ تو آزادی کے وقت متحدہ ہندوستان میں کلمہ پڑھنے والا مسلمان آپ کو کہاں سے ملتا۔ اور مذہب کے نام سے تقسیم ملک کا مطالبہ کرنے والا کون ہوتا۔ اور پاکستان کو معرض وجود میں لانے کی بنیاد کیا ہوتی۔

Scanned with CamScanner

سینما، زناکاری کی جو چاٹ لگ چکی ہے۔ اسے مجرد قانون سے نہیں روکا جاسکتا۔ بلکہ اس کے مقابلہ میں اگر تنہا قانون آئے گا۔ تو
نظریہ حیال وہ قانون شکست کھا جائے گا۔ اسلئے بہت ضروری ہے۔ کہ پروپیگنڈہ کی پوری طاقت سے ہم ایسی فضا پیدا کریں۔ کہ ان
برائیوں کے خلاف لوگوں کے دلوں میں اتنی شدید نفرت پیدا ہو جائے۔ کہ لوگ قانون ساز اداروں کو ان برائیوں کے خلاف قانون بنانے
پر مجبور کر دیں۔ اور وہ اسلامی قانون کا دل سے خیر مقدم کریں۔ دیکھیے چند سالوں سے ہمارے ملک میں خاندانی منصوبہ بندی کے پروپیگنڈے
پر ملک کا کتنا روپیہ خرچ ہوا۔ ریلوے اسٹیشنوں بس سٹاپوں بازار کے چوراہوں اور عوامی مقامات پر بڑے بڑے بورڈ آپ کو آویزاں
ملینگے۔ شہروں اور قصبات میں منصوبہ بندی کے مراکز مصروف کار ہیں۔ ہسپتالوں اور سکولوں میں اس پر لیکچر دیئے جاتے ہیں۔
ریڈیو اور اخبارات کے ذریعہ سے بیانات نشر ہوتے ہیں۔ باوجودیکہ خاندانی منصوبہ بندی ملک وملت کے لئے عقلی دلائل اور
اسلامی تعلیمات کے لحاظ سے ناقابل برداشت ہے۔ یورپ کے فلاسفر اور ڈاکٹر تجربہ کے بعد اس سے بیزاری کا اعلان کر چکے ہیں۔
لیکن اس کے باوجود اس کے لئے کافی رقم خرچ کر کے پروپیگنڈہ کیا جارہا ہے۔

حتیٰ کہ بعض مولوی نما قسم کے خوشامدی اور ذلیل افراد کی ضمیریں خرید کر ان کے ذریعہ سے اسے اسلام کے موافق ثابت کرنے
کی بھی کوشش کی گئی۔ قرآن کریم کی آیات کریمہ اور احادیث شریفہ سے غلط تاویلات کے اختراع کی شرمناک حرکت سے بھی دریغ نہیں کیا گیا۔
مسلم فیملی لاز جیسے غیر اسلامی قوانین کے لئے کتنی زمین ہموار کی گئی۔ باوجودیکہ یہ قوانین ایسے ہیں۔ جن کا اسلام سے دور کا واسطہ
بھی نہیں۔ بلکہ انہیں تو مسلمانوں کے پرسنل لاء پر بھی (جس پر انگریزوں نے بھی ہاتھ ڈالنے کی جرأت نہیں کی تھی) ہاتھ صاف کر دیا گیا ہے۔
پرسنل لاء ہی قوم کی آخری متاع ہوتی ہے جس سے اس قوم کا تشخص اور ہستی قائم رہتی ہے۔ لیکن اگر یہ بھی باقی نہ رہا۔ تو اسکی ہستی ہمیشہ
کے لئے فنا ہو جاتی ہے۔ اسکی حفاظت کے لئے قومیں سب کچھ قربان کر دیتی ہیں۔

لیکن پروپیگنڈے کی اس طاقت سے کچھ عورتوں اور کچھ زن طبیعت مردوں کو اس کا بھی قائل کرا دیا گیا کہ مسلمان قوم کے اس پرسنل لاء
کو بھی بدلوا کر ہی چھوڑا جس کا احترام انگریز جیسے اسلام دشمن اور مستبد حکمرانوں نے بھی کیا تھا۔ الغرض اس طرح کے ظالمانہ اور انتہائی ناموزوں
قسم کے غیر اسلامی قوانین کے لئے بھی زر کثیر صرف کر کے پروپیگنڈہ کی مہم چلائی گئی۔

توکیوں عام اسلامی قوانین کے اجراء اور غیر اسلامی لاز کی تنسیخ کے لئے بجٹ میں واضح حصہ برائے پراپیگنڈہ نہیں رکھا جارہا؟

۲۔ اس ملک میں مشرقی و مغربی دونوں حصوں میں کثرت سے مدارس عربیہ قائم ہیں۔ جہاں خالص دینی ماحول میں درس نظامی کا
نصاب پڑھایا جاتا ہے۔

ان مدارس کی امداد کے لئے اسلامی ملک کے قومی بجٹ میں ایک حصہ مخصوص کر دینا ضروری ہے۔ کیا یہ مدارس ہمارے ملک کے
تعلیمی ادارے نہیں ہیں۔ کیا اس میں اس ملک کے بچے تعلیم نہیں پاتے۔ فرنگی دور اقتدار میں ان دارالعلوموں کو قطعی طور پر نظر انداز کرنا
تو قرین قیاس تھا۔ لیکن آج آزادی کے بعد بھی ہمارے بجٹ میں ان مدارس کے لئے ایک پائی موجود نہیں۔ فیا للعجب آپ کو معلوم ہونا
چاہیے۔ کہ ان مدارس نے دین اسلام اور علوم دینیہ کی وہ خدمت کی ہے۔ کہ اگر آج ہماری قوموں میں شعور ہوتا۔ تو ان پر عقیدت اور تحسین
کے پھول برساتی۔ انگریزوں کے ڈیڑھ سو سالہ دور حکومت میں تمام مادی وسائل، ذرائع اسلامی حکومت، اسلامی شعائر کے مٹانے میں
مصروف عمل تھے۔ اگر ادھر سے بیکسی کے عالم میں یہ علمائے کرام مدارس و مساجد کے ذریعے سے دینی علوم (قرآن و حدیث فقہ) کی حفاظت
نہ کرتے۔ تو آزادی کے وقت متحدہ ہندوستان میں کلمہ پڑھنے والا مسلمان آپ کو کہاں سے ملتا۔ اور مذہب کے نام سے تقسیم ملک کا
مطالبہ کرنے والا کون ہوتا۔ اور پاکستان کو معرض وجود میں لانے کی بنیاد کیا ہوتی۔

سوچئے! اسلامی علوم کے عظیم سرمایہ کو ان غریب مدارس نے غربت و افلاس کے عالم میں محفوظ رکھا۔ یہ قومی امانت ادارے کے بعد اس امانت کی حفاظت اب اس حکومت کا فرض ہو جاتا ہے۔ علماء اپنے فرض سے سبکدوش ہو چکے ہیں۔ ہے۔ لیکن اب آزاد اسلامی ملک میں قومی بجٹ میں ان مدارس کی امداد کے لئے رقم مخصوص نہ کرنا بعید از انصاف ہے۔

موجودہ نظام تعلیم جس نظام حیات اور جن عقائد و نظریات پر مبنی ہے۔ اسلامی قانون کے ساتھ کسی طرح اس کا جوڑ نہیں۔ جن عقائد و خیالات کی تعلیم ہمارے کالجوں، یونیورسٹیوں میں دی جاتی ہے۔ اگر ہم ان پر اسلامی قانون کا پیوند لگانا بھی چاہیں تو وہ کبھی پروان نہیں چڑھ سکے گا۔ بلکہ بہت جلد اس آب و ہوا میں مرض موت کا شکار ہو جائے گا۔ والعیاذ باللہ

اسلئے ضروری ہے کہ موجودہ بجٹ میں جو رقم تعلیم کے لئے مخصوص ہے۔ اس میں سے ایک معتد بہ حصہ موجودہ اسلامی قانون پر تحقیقی کام اور ریسرچ کے لئے متعین کیا جاوے۔

علم الکلام، علم العقائد، علم الفقہ، علم التفسیر والحدیث و علم التاریخ والادب العربی جیسے علوم کی جدید تصانیف کے لئے علمی ادارہ قائم کیا جاوے۔ اور کالجوں کے نصاب تعلیم میں دینی تقاضوں کے تحت اہم تبدیلیوں پر غور کرنے کے لئے کمیشن مقرر کیا جائے۔ اگر ان امور کو موجودہ بجٹ میں نظر انداز کر دیا گیا۔ اور کالج کے طلبا کو اسلامی فلسفے کی حقیقت سے آگاہ کرنے کے لئے کوئی قدم نہ اٹھایا تو یہ ملک کسی طرح بھی اسلامی ملک نہیں بن سکے گا۔

مجھے افسوس ہے کہ آج عیسائی مشنریوں کے سکولوں میں خالص مغربی اور عیسائی طرز زندگی کو فروغ دیا جا رہا ہے اور حکومت ان کی سرپرستی کرتی ہے۔

ہم موجودہ رائج الوقت تعلیم کا جائزہ لیں۔ اور از سر نو اسلامی تعلیمات کے مطابق قوانین کی ترتیب و تالیف کے لئے بجٹ میں رقم متعین کرنی ضروری ہے۔

اگر یہ کام کرنا ہے۔ اور اس ملک کو صحیح معنوں میں اسلامی ملک بنانا ہے۔ تو اس طرح کے ادارہ کا قیام ناگزیر ہے۔ اور اداروں کے لئے بجٹ میں ابھی سے حصہ رکھنا ضروری تھا۔

میں ہاؤس کو اس طرف بھی متوجہ کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ کہ میرا ضلع ڈیرہ اسماعیل خان اور اس سے ملحقہ تحصیل ٹانک میرے خیال میں پاکستان بھر میں سے سب سے زیادہ پسماندہ علاقہ ہے۔ وہاں کی اکثر آبادی پینے کے پانی سے محروم ہے آج اس سخت گرمی میں، وہاں کے لوگ اپنے گھروں کو خیر آباد کہہ کر دس دس بارہ بارہ میل دور کہیں پانی کے لئے خانہ بدوشی کی زندگی گزار رہے ہیں۔ وہاں چھوٹی چھوٹی جھونپڑیوں میں ان کے چہرے گرم گرم ہواؤں سے سیاہ ہو چکے ہیں۔ کاش میں آپ کو اپنے دل کے زخموں سے مطلع کر سکتا۔

کہ ایک علاقہ میں تو وہ مرحیات (پانی) سے مخلوق خدا محروم ہے۔ اور دوسرے علاقوں میں بڑی بڑی بلڈنگوں میں ایئر کنڈیشن کمروں میں ٹھنڈا ٹھنڈا پانی پی کر آرام کیا جاتا ہے۔ اس سے عظیم ظلم اور طبقاتی کشمکش کی کس طرح اجازت دی جا سکتی ہے۔ میرے خیال میں جب تک میرے ضلع کے غریب باشندوں بلکہ وہاں کے حیوانات کو پینے کا پانی میسر نہ ہو اس وقت تک ملک بھر کے تمام ترقیاتی منصوبوں کو موقوف کرنا ضروری ہے۔ ہمیں ایسی ترقیوں سے کیا فائدہ جب کہ ہم زندگی کے اہم جز (پانی) سے محروم ہیں۔ علاوہ ازیں ہمارے ضلع کی صاف اور خوشنما زمینیں اور وہاں کے میدان جو سونا اگلنے کے لئے تیار ہیں لیکن آبپاشی کا انتظام نہ ہونے کی وجہ سے آج وہ معطل ہیں پورے ضلع میں

فَالْـٰٔنَ بَاشِرُوْهُنَّ وَابْتَغُوْا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا

پس اب مباشرت کرو ان سے اور طلب کرو جو کچھ لکھ دیا ہے اللہ نے تمہارے لیے اور کھاؤ اور پیو

حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ

یہاں تک کہ صاف ظاہر ہو جائے تمہارے لیے دھاگہ سفید دھاگہ سیاہ سے صبح کا

ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ وَلَا تُبَاشِرُوْهُنَّ وَاَنْتُمْ عٰكِفُوْنَ فِي الْمَسٰجِدِ

پھر پورا کرو روزہ کو رات تک اور نہ مباشرت کرو عورتوں سے جبکہ تم اعتکاف کرنے والے ہو مسجدوں میں

لئے مباشرت سے مراد جماع ہے۔ ما کتب اللہ لکم (جو کچھ اللہ نے تمہاری قسمت میں لکھ دیا ہے) سے مراد اولاد ہے۔ قال ابن عباس ومجاہد والحکم بن عتیبہ وعکرمۃ والحسن والسدی والربیع والضحاک معناہ وابتغوا الولد (قرطبی ص ۳۱۶ ج ۲) مطلب یہ ہے کہ رات کو اپنی بیویوں سے مباشرت کر کے وہ اولاد طلب کرو جو تمہاری قسمت میں لکھی ہے اس کی تلاش کرو۔ اس آیت سے اس طرف اشارہ ہے کہ مباشرت سے محض شہوت رانی کے بجائے مقصود افزائش نسل ہے۔

۵۵ یعنی اب رات کے وقت تمہیں مباشرت کے علاوہ کھانے پینے کی بھی اجازت ہے۔

۵۶ اس آیت میں صبح صادق تک مباشرت، کھانے اور پینے کی اجازت کی انتہا صبح صادق کو قرار دیا ہے [illegible] غایۃ للثلاثۃ الاشیاء من الجماع والاکل والشرب (بحر ص ۵۰ ج ۲) [illegible] صبح صادق [illegible] الخیط الابیض ہو اول ما یبدو من الفجر المعترض فی الافق کالخیط الممدود، والخیط الاسود ہو ما یمتد من سواد اللیل [illegible] من الفجر بیان للخیط الابیض [illegible]

[illegible]

تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَقْرَبُوْهَا كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ۝ وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ

یہ حدیں باندھی ہوئی ہیں اللہ کی سو ان کے نزدیک نہ جاؤ ف۹۱ اسی طرح بیان فرماتا ہے اللہ اپنی آیتیں لوگوں کے واسطے تاکہ وہ بچتے رہیں ف۹۲ اور نہ کھاؤ مال ایک دوسرے کا آپس میں ناحق ف۹۳

لہذا غروب آفتاب کے ساتھ ہی روزہ ختم ہو جاتا ہے۔ غروب آفتاب کے بعد سرخی کے غائب ہونے کا انتظار کرنے کی ضرورت نہیں۔ بلکہ مکروہ ہے جیسا کہ جہلا میں مشہور ہے۔ فظاهر الآية ان الصوم ينتهي عند دخول الليل …

ف۹۰ اس آیت میں اعتکاف کا حکم بیان فرمایا ہے یعنی ویسے روزوں میں رات کے وقت بیوی سے مباشرت جائز ہے مگر اعتکاف کی صورت میں رات کو بھی مباشرت جائز نہیں۔ مباشرت سے مراد جماع ہے۔ اگر رات کے وقت معتکف نے بیوی سے صحبت کر لی۔ تو اس کا اعتکاف باطل ہو جائے گا۔

ف۹۱ تِلْكَ سے مذکورہ احکام کی طرف اشارہ ہے یعنی یہ احکام اللہ کی مقرر کردہ حدود ہیں۔ ان کے قریب بھی مت جاؤ۔ ای هذه الاحكام حدود الله فلا تخالفوها (قرطبی)

ف۹۲ یعنی جس طرح اللہ تعالیٰ نے روزے کے احکام بیان فرمائے ہیں اسی طرح اللہ تعالیٰ تمام احکام کھول کر بیان کرتا ہے۔ تاکہ لوگوں کو اللہ کے اوامر اور اس کی نواہی کا علم ہو جائے اور وہ اس کے اوامر و نواہی کی مخالفت سے بچ کر پرہیزگار بن جائیں۔

اعتکاف کے مسائل: حنفیہ کے نزدیک رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں کسی ایسی مسجد میں اعتکاف بیٹھنا سنت مؤکدہ ہے جس میں پانچوں نمازیں باجماعت پڑھی جاتی ہوں۔ اگر ایک محلہ میں ایک آدمی اعتکاف بیٹھ جائے تو دوسروں سے اعتکاف ساقط ہو جائے گا کیونکہ وہ سنت کفایہ ہے۔ اعتکاف کے لئے مسجد اور روزہ شرط ہے۔ اعتکاف کی حالت میں طبعی حاجات مثلاً کھانا پینا اور قضائے حاجت کے بغیر مسجد سے نکلنا جائز نہیں بعض شرعی ضروریات کے لئے بھی مسجد سے باہر جانا جائز ہے مثلاً دوسری مسجد میں جمعہ پڑھنے کے لئے جانا اگر اعتکاف والی مسجد میں جمعہ نہ ہوتا ہو۔ اور نماز جنازہ وغیرہ۔ اگر کسی طبعی یا شرعی ضرورت کے لئے مسجد سے باہر نکلے۔ تو ضرورت سے زیادہ مسجد سے باہر نہ رہے اگر بلا ضرورت مسجد سے باہر رہا۔ تو اس سے اعتکاف باطل ہو جائے گا۔ جن چیزوں سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے ان سے اعتکاف بھی باطل ہو جاتا ہے۔ اعتکاف کی حالت میں نہ بلا ضرورت دنیوی باتیں جائز ہیں اور نہ ہی بالکل خاموش رہنا جائز ہے۔ بلکہ ذکر اللہ، تلاوت قرآن اور صلوٰۃ و سلام میں مصروف رہنا چاہیئے۔

نقائص اور وصیت دو انتظامی امر بیان کرنے کے بعد ایک اہم مصلح…

وَتُدْلُوا بِهَا إِلَى الْحُكَّامِ لِتَأْكُلُوا فَرِيقًا مِّنْ أَمْوَالِ النَّاسِ
اور نہ پہنچاؤ ان کو حاکموں تک ۹۴ کہ کھا جاؤ کاٹ کر لوگوں کے مال میں سے کوئی حصہ ظلم کر کے
بِالْإِثْمِ وَأَنتُمْ تَعْلَمُونَ ۞ يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْأَهِلَّةِ ۖ
۹۵ اور تم کو معلوم ہے ۹۶ تجھ سے پوچھتے ہیں حال چاند کا ۹۷

کی ترغیب دیتا ہے۔ اور باطن کا تزکیہ کرتا ہے۔ کیونکہ روزہ کے ذریعے مسلمان کو حلال مرغوبات سے باز رہنے کا عادی بنایا جارہا ہے۔ یعنی روزہ میں خدا کے حکم سے طلوع صبح صادق اور غروب آفتاب کے درمیان اکل و شرب اور جماع ممنوع ہے۔ حالانکہ یہ چیزیں فی نفسہ حلال ہیں۔ روزہ میں حلال چیزوں سے روک کر حرام چیزوں سے دور رہنے اور بچنے کا جذبہ پیدا کیا گیا ہے۔ چنانچہ اسی مناسبت سے روزہ کے بعد اکل حرام کی ممانعت فرمائی۔

۹۳ یہاں کھانے سے لینا اور قبضہ کرنا مراد ہے۔ والمراد من الاکل مایعم الاخذ والاستیلاء (روح صفحہ ٦٦ ج ٢) بلکہ مراد ہر وہ طریقہ ہے۔ جو حرام ہو اور شریعت کی نظروں میں ناپسندیدہ ہو۔ والمراد من الباطل الحرام کالسرقة والغصب وکل مالم یأذن باخذه الشرع (روح صفحہ ٦٦ ج ٢) تو اس تفسیر کے مطابق تو جبداور حق چھپانے کی بنا پر جو چیزیں نیازیں اور تحفے تحائف وصول ہونگے۔ وہ بھی باطل کے ذریعے کے تحت داخل ہونگے اسی طرح رشوت، جھوٹے مدعی کی وکالت اور دیگر غیر شرعی پیشوں سے جو کمائی حاصل ہوگی وہ سب اسکے تحت آئیگی

۹۴ اس کا عطف تاکلوا پر ہے۔ یعنی نہ غیر شرعی اور حرام ذریعے سے ایک دوسرے کا مال کھاؤ۔ اور نہ ہی اپنا مال بطور رشوت حاکموں کو دو۔

۹۵ حکام کو رشوت دینے کا مقصد ہمیشہ یہی ہوا کرتا ہے۔ کہ جو فیصلہ اپنے خلاف جاتا ہو۔ اسے اپنے حق میں فیصل کرالیا جائے۔ اور اس طرح ناجائز طور پر ایک اصل حقدار کی حق تلفی کر کے غیر شرعی طریقے سے اس پر قبضہ کیا جائے۔ رشوت دینے کے اسی گھٹیا مقصد کو اللہ تعالیٰ نے یہاں ذکر کیا ہے۔ یعنی اس گھٹیا اور غیر شرعی مقصد کی خاطر حاکمین کو رشوت

۹۶ اور تم اچھی طرح جانتے ہوتے ہو۔ کہ تم دوسرے کی کمائی کی حق تلفی کر رہے ہو۔ اور اس کے مال پر ناجائز قبضہ کر رہے ہو اس سے یہ معلوم ہوا۔ کہ اگر کوئی شخص رشوت دے کر یا اپنی چرب زبانی کے ذریعے جج یا قاضی سے اپنے حق میں فیصلہ کرا کر دوسرے کا مال حاصل کر لیتا ہے تو قاضی کا فیصلہ اگرچہ بظاہر نافذ ہو جائے گا۔ مگر عنداللہ وہ شخص سخت مجرم اور اس مال کا لینا اسکے لئے حرام ہے۔ کیونکہ قاضی یا جج کے فیصلہ سے حرام چیز حلال نہیں ہو سکتی۔ ومن الاکل بالباطل ان یقضی القاضی لک وانت تعلم انک مبطل فالحرام لایصیر حلالا بقضاء القاضی ا[illegible] (قرطبی صفحہ ٣٣٨ ج ٢)

قُلْ هِيَ مَوَاقِيتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ ۗ وَلَيْسَ الْبِرُّ بِأَنْ تَأْتُوا الْبُيُوتَ
کہہ دیجئے کہ یہ اوقات مقررہ ہیں لوگوں کے واسطے اور حج کے واسطے ۹۶ اور نیکی یہ نہیں ہے کہ گھروں میں
مِنْ ظُهُورِهَا وَلَٰكِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقَىٰ ۗ وَأْتُوا الْبُيُوتَ مِنْ أَبْوَابِهَا
ان کی پشت کی طرف سے ۹۸ اور لیکن نیکی یہ ہے جو کوئی ڈرے اللہ سے اور گھروں میں آؤ دروازوں سے

۹۶ اَہِلّہ ہلال کی جمع ہے۔ جس کے معنی نئے چاند کے ہیں۔ بعض لوگوں نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے چاند کے بارے میں سوال کیا۔ کہ اسکی کیا وجہ ہے۔ کہ چاند سورج کی طرح ایک حال پر نہیں رہتا۔ ہر ماہ کا چاند پہلے باریک ہوتا ہے۔ اور پھر بڑھتے بڑھتے چودھویں تاریخ کو پورا ہو جاتا ہے اور پھر گھٹنا شروع ہو جاتا ہے۔ یہاں تک کہ دوبارہ پہلے کی طرح باریک رہ جاتا ہے۔ ذکروا ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سئل عن زیادۃ الاہلۃ ونقصانہا فی اختلاف احوالہا (ابن جریر ص۱۰۲ ج ۲)

۹۷ یہ اس سوال کا جواب ہے۔ یعنی یہ چاند لوگوں کے لئے اپنے معاملات میں تعیین اوقات کا ذریعہ ہے نیز ان کے بڑے بڑے مذہبی اور سماجی اجتماع کی تعیین بھی اسی کے ذریعے ہوتی ہے۔ بعض مفسرین نے لکھا ہے۔ کہ چاند کے گھٹنے بڑھنے کے متعلق سوال چونکہ نامناسب اور موقع ومحل کے مطابق نہیں تھا۔ اسلئے ان کے سوال کے مطابق جواب نہیں دیا گیا بلکہ جواب میں چاند کی کمی بیشی کی حکمت بیان کرکے اشارہ فرمایا ہے۔ کہ ایسے بیکار اور بے فائدہ سوالوں اور کاموں سے اجتناب چاہیئے۔ چنانچہ مثال کے طور پر ان کی ایک فضول رسم آگے بیان کرکے ارشاد فرمایا کہ ایسے فضول کام نیکی میں داخل نہیں ہیں۔ لیکن حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ بعض لوگوں نے یہ پوچھا تھا کہ روزوں کے بارے میں تیس کی تعداد پوری کرنی ضروری ہے۔ یا رمضان کے مہینے کی تحقیق ضروری ہے۔ تو اس کا جواب دیا گیا۔ کہ رمضان کی تخصیص ضروری ہے اور اسی لئے چاند کی کمی بیشی سے بارہ ماہ معین کئے گئے ہیں۔ تاکہ ہر شخص آسانی سے ایک ماہ کا اختتام اور دوسرے ماہ کی ابتدا سمجھ سکے۔

۹۸ زمانہ جاہلیت میں عرب کے لوگ حج کے احرام کی حالت میں اپنے گھروں میں دروازوں سے داخل نہیں ہوتے تھے۔ بلکہ مکان کی پچھلی دیوار توڑ کر یا اسے پھاند کر گھر میں آتے تھے۔ اور اس کو وہ بہت بڑی عبادت سمجھتے تھے۔ اسلام کے بعد نومسلموں نے بھی اپنی عادت قدیمہ کے مطابق ایسا ہی کیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اس غلط روش سے منع فرمایا۔ اور ان پر واضح کر دیا کہ یہ غیر معقول حرکت نیکی اور ثواب کا کام نہیں۔ ان ناسا من العرب کانوا اذا حجوا لم یدخلوا بیوتہم من ابوابہا کانوا ینقبون ...

۹۹ یعنی نیکی یہ نہیں کہ تم اس قسم کی جاہلانہ ...

وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ الَّذِينَ
اور ڈرو اللہ تعالیٰ سے تاکہ تم فلاح پاؤ ۔ اور لڑو اللہ کی راہ میں
يُقَاتِلُونَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا إِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ
جو لڑتے ہیں تم سے ۔ اور زیادتی مت کرو بے شک اللہ تعالیٰ ناپسند کرتا ہے زیادتی کرنیوالوں کو

اختیار کرو یعنی اللہ تعالیٰ کے احکام بجا لاؤ۔ اور جن کاموں سے اس نے روکا ہے ان سے بچو۔

یعنی دنیا اور آخرت میں فلاح اور کامیابی کا راز خوف خدا ہی میں مضمر ہے۔ خدا سے ڈر کر اس کے مقرر کئے ہوئے آئین حیات کے اتباع ہی سے دین و دنیا میں کامیابی اور کامرانی حاصل ہو سکتی ہے۔ یٰایھا الذین آمنوا کتب علیکم القصاص سے لے کر یہاں تک تین امور انتظامیہ قصاص، وصیت، اموال غیر سے اجتناب اور ایک امر مصلح یعنی روزہ کا بیان تھا۔ اب آگے جہاد کا حکم ہے

مسلمانوں نے مکہ میں پورے تیرہ برس انتہائی مظلومی کی حالت میں گزارے۔ مشرکین کی طرف سے ہر قسم کی ایذائیں اور تکلیفیں برداشت کیں۔ آخر مدینہ کی طرف ہجرت کر کے چلے گئے۔ مگر دشمنوں نے وہاں بھی پیچھا نہ چھوڑا تو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو بھی اپنی مدافعت کے لئے جنگ کرنے کی اجازت دیدی۔ لیکن ساتھ ہی تین شرطیں عائد فرما دیں۔ اول یہ کہ لڑائی میں پہل نہ کریں۔ اور صرف اس صورت میں لڑیں جب کہ کفار خود لڑائی کا آغاز کریں۔ فظاھرہ انہ یباح لکم القتال ابتداءً او دفعا عن الحق (بحر ص ۶۳ ج ۲) دوم یہ کہ لڑائی صرف انہیں سے کی جائے۔ جو میدان جنگ میں تم سے لڑ رہے ہیں۔ یا دشمن کو کمک پہنچا رہے ہیں۔ یا انہیں جنگ کی تدبیریں بتا رہے ہیں۔ اور جو لوگ لڑائی میں کسی قسم کا حصہ نہیں لے رہے ان سے تعرض نہ کیا جائے۔ یہ دونوں شرطیں الذین یقاتلونکم سے مفہوم ہیں۔ تیسری شرط ولا تعتدوا کا مقتضا کہ حد سے تجاوز نہ کرو۔ اس کے متعلق حضرت عمر بن عبد العزیز کا قول ہے۔ لا تقاتل من لا یقاتلک یعنی النساء والصبیان والرھبان (بحر ص ۶۶ ج ۲) یعنی جو لوگ لڑنے کے قابل نہیں۔ یا لڑائی میں شریک نہیں ہیں۔ مثلاً عورتیں، بچے اور ان کے مذہبی پیشوا وغیرہ انہیں مت قتل کرو۔ فی سبیل اللہ (اللہ کی راہ میں) یہاں سبیل سے مراد اللہ کا دین اور اس کی توحید ہے۔ اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے سے مراد یہ ہے کہ اللہ کے دین کو عزت حاصل ہو اور کلمہ توحید سربلند ہو۔ ای طلباً لاعزاز دین اللہ تعالیٰ واعلاء کلمتہ (روح ص ۷۶ ج ۲)

یہ حکم قتل کی علت ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ مقررہ حدود سے تجاوز کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

ضمیر الذین یقاتلونکم کی طرف راجع ہے۔ ضمیر [illegible]

وَاتَّقُوا اللّٰہَ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ وَقَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ الَّذِیْنَ
اور ڈرو اللہ تعالیٰ سے تاکہ تم فلاح پاؤ۔ اور لڑو اللہ کی راہ میں
یُقَاتِلُوْنَکُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا۔ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ
جو لڑتے ہیں تم سے۔ اور زیادتی مت کرو [۲۳] بے شک اللہ تعالیٰ ناپسند کرتا ہے زیادتی کرنے والوں کو [۲۴]

اختیار کرو یعنی اللہ تعالیٰ کے احکام بجا لاؤ۔ اور جن کاموں سے اس نے روکا ہے ان سے بچو۔

[۲۰] دنیا اور آخرت میں فلاح اور کامیابی کا راز خوفِ خدا ہی میں مضمر ہے۔ خدا سے ڈر کر اس کے مقرر کئے ہوئے آئین حیات کے اتباع ہی سے دین و دنیا میں کامیابی اور کامرانی حاصل ہو سکتی ہے۔ یا ایہا الذین آمنوا کتب علیکم القصاص سے لے کر یہاں تک تین امور انتظامیہ قصاص، وصیت، مال غیر سے اجتناب اور ایک امر مصلح یعنی روزہ کا بیان تھا اب آگے جہاد کا حکم ہے

[۲۱] مسلمانوں نے مکہ میں پورے تیرہ برس انتہائی مظلومی کی حالت میں گزارے مشرکین کی طرف سے ہر قسم کی ایذائیں اور تکلیفیں برداشت کیں۔ آخر مدینہ کی طرف ہجرت کر کے چلے گئے۔ مگر دشمنوں نے وہاں بھی پیچھا نہ چھوڑا تو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو بھی اپنی مدافعت کے لئے جنگ کرنے کی اجازت دیدی لیکن ساتھ ہی تین شرطیں عائد فرما دیں۔ اول یہ کہ لڑائی میں پہل نہ کریں۔ اور صرف اس صورت میں لڑیں جب کہ کفار خود لڑائی شروع کریں مظاہر لامن یناجزکم القتال استداء او دفعا عن الحق (مظہری ص۲۵ ج۲) دوم یہ کہ لڑائی صرف انہیں سے کی جائے۔ جو میدان جنگ میں تم سے لڑ رہے ہیں۔ یا دشمن کو کمک پہنچا رہے ہیں یا انھیں جنگ کی تدبیریں بتا رہے ہیں۔ اور جو لوگ لڑائی میں کسی قسم کا حصہ نہیں لے رہے ان سے تعرض نہ کیا جائے یہ دونوں شرطیں اَلَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَکُمْ سے مفہوم ہیں تیسری شرط وَلَا تَعْتَدُوْا کہ حد سے تجاوز نہ کرو اس کے متعلق حضرت عمر بن عبدالعزیز کا قول ہے۔ لا تقاتل من لا یقاتلک یعنی النساء والصبیان والرہبان (ابن جریر ص۱ ج۲) یعنی جو لوگ لڑنے کے قابل نہیں۔ یا لڑائی میں شریک نہیں ہیں مثلاً عورتیں بچے بوڑھے مذہبی رہنما وغیرہ انھیں مت قتل کرو۔ فی سبیل اللہ (اللہ کی راہ میں) یہاں سبیل سے مراد اللہ کا دین کی توحید ہے۔ اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے سے مراد یہ ہے کہ اللہ کے دین کو عزت حاصل ہو اور کلمہ توحید بلند ہو۔ ای جاھدوا لاعزاز دین اللہ تعالیٰ واعلاء کلمتہ (روح ص۷۵ ج۲)

[۲۲] یہ حکم ماقبل کی علت ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ مقررہ حدود سے تجاوز کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

[۲۳] ھم کی ضمیر اَلَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَکُمْ کی طرف راجع ہے۔ ضمیر المفعول عائد علی الذین

وَاقْتُلُوهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوهُمْ وَأَخْرِجُوهُم مِّنْ حَيْثُ
اور مار ڈالو ان کو جس جگہ پاؤ ۔ ۱۵۲ اور نکال دو ان کو جہاں سے انہوں
أَخْرَجُوكُمْ وَالْفِتْنَةُ أَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ وَلَا تُقَاتِلُوهُمْ
نے تم کو نکالا ۱۵۳ اور دین سے بچلانا مار ڈالنے سے بھی زیادہ سخت ہے ۱۵۴ اور نہ لڑو ان سے
عِندَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتَّىٰ يُقَاتِلُوكُمْ فِيهِ فَإِن قَاتَلُوكُمْ
مسجد الحرام کے پاس جب تک کہ وہ نہ لڑیں تم سے اس جگہ پھر اگر وہ خود ہی لڑیں
فَاقْتُلُوهُمْ كَذَٰلِكَ جَزَاءُ الْكَافِرِينَ ۝
تم سے تو ان کو مار ڈالو ۱۵۵ یہی ہے سزا کافروں کی ۱۵۶

...... عام فی کل مکان حل او حرم (البحر مـ۶۶ ج ۲) یعنی جو مشرکین تمہارے ساتھ برسرپیکار ہیں جب وہ تم سے لڑنے کے لئے نکل پڑیں۔ تو جہاں کہیں بھی تمہاری ان سے مڈبھیڑ ہو جائے۔ تم ان سے لڑو اور ان کو قتل کرو۔ خواہ حرم ہی میں مقابلہ کیوں نہ ہو جائے۔

۱۵۳ یہاں حیث تعلیلیہ ہے۔ یعنی ان کو مکہ سے نکالو کیونکہ انہوں نے تم کو نکالا ہے یا ظرفیہ ہے یعنی جہاں سے انہوں نے تم کو نکالا ہے۔ وہاں سے تم ان کو نکال دو۔ یعنی مکہ معظمہ سے یا حیث تشبیہ کے لئے ہے۔ یعنی جس طرح انہوں نے تم کو سرزمین مکہ سے نکالا ہے۔ اسی طرح تم ان کو وہاں سے نکال دو۔ مطلب یہ ہے۔ کہ مشرکین کے قتل و اخراج میں سے جو ممکن ہو اس پر عمل کرو۔ والمراد افعلوا کل ما یتیسر لکم من ھذین الامرین فی حق المشرکین (روح مـ۵۷ جلد ۲)

۱۵۴ یہ اقتلوہم کی علت ہے اور فتنہ سے مراد شرک ہے۔ مشرکین نے مسلمانوں پر طنز کی تھی۔ کہ انہوں نے حرم کعبہ کی بھی کوئی پروا نہیں کی اور اس میں جنگ و قتال شروع کر دیا ہے۔ تو اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ تم جو بیت اللہ میں شرک اور بت پرستی کرتے ہو۔ وہ گناہ تو قتل اور خونریزی سے بھی بڑھ کر ہے۔ اور اس سے زیادہ برا ہے اللہ نے تو اپنے خلیل حضرت ابراہیم کو حکم دیا تھا کہ وہ بیت اللہ کو شرک سے پاک رکھیں۔ تم نے بیت اللہ کو شرک اور بت پرستی کا مرکز بنا دیا ہے۔ ای شرکھم باللہ اشد حراما من القتل الذی عیروکم به فی شان ابن الحضرمی (بحر مـ۶۶ ج ۲)

۱۵۵ اس آیت میں مسلمانوں کو ہدایت فرما دی۔ کہ وہ حدود حرم میں مشرکین سے لڑنے میں پہل نہ کریں۔ ہاں اگر مشرکین حدود حرم میں داخل ہو کر مسلمانوں سے لڑنے لگیں۔ تو اب مسلمانوں کے لئے جائز ہے۔ کہ وہ ان سے ...

فَإِنِ انْتَهَوْا فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝ وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّىٰ

پھر اگر وہ باز آئیں تو بیشک اللہ بہت بخشنے والا نہایت مہربان ہے ۹ اور لڑو ان سے یہاں تک

لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الدِّينُ لِلَّهِ ۖ فَإِنِ انْتَهَوْا فَلَا

کہ نہ باقی رہے فساد اور حکم رہے خدا تعالیٰ ہی کا ۱۰ پھر اگر وہ باز آئیں تو

عُدْوَانَ إِلَّا عَلَى الظَّالِمِينَ ۝ الشَّهْرُ الْحَرَامُ بِالشَّهْرِ الْحَرَامِ

زیادتی نہیں مگر ظالموں پر ۱۱ حرمت والا مہینہ بدلا (مقابل) ہے حرمت والے مہینے کا ۱۲

ان سے لڑیں۔

۸ ایسے ضدی اور معاند کفار کی یہی سزا ہے۔ کہ جب وہ حرم کعبہ میں بھی شر و فساد اور قتل و خونریزی سے باز نہ آئیں۔ تو وہیں ان کا خاتمہ کر دیا جائے۔

۹ یعنی اگر وہ ایمان لے آئیں۔ اور شرک چھوڑ دیں اور جنگ و قتال سے باز آجائیں۔ تو اللہ تعالیٰ ان کے گزشتہ گناہ معاف فرما کر انھیں اپنی رحمت میں شامل فرمائے گا۔ ای عن قتالکم بالایمان فان اللہ یغفر لہم جمیع ما تقدم ویرحم کلا منہم بالعفو عما اجترم (قرطبی ص ۳۵۳ ج ۲)

۱۰ یہاں بھی ھم کی ضمیر ان مشرکین عرب ہی کی طرف راجع ہے۔ اور فتنۃ سے مراد شرک ہے یعنی مشرکین عرب سے اسوقت تک جہاد جاری رکھو جب تک کہ سرزمین عرب سے شرک کا بالکل خاتمہ ہو جائے اور ہر طرف صرف اللہ ہی کی عبادت اور پکار ہونے لگے۔ ضمیر المفعول عائد علی من قاتلہ وھم کفار مکۃ والفتنۃ معناہ الشرک وما تابعہ من اذی المسلمین امروا بقتالہم حتی لا یعبد غیر اللہ ولا یسن بہم سنۃ اھل الکتاب فی قبول الجزیۃ قالہ ابن عباس (بحر ص ۶۷ ج ۲) یعنی لا یکون شرک باللہ وحتی لا یعبد دونہ احد (ابن جریر ص ۱۰۹ ج ۲)

۱۱ اگر وہ کفر و شرک سے باز آجائیں۔ اور تم سے لڑائی بند کر دیں۔ اور دین اسلام اور توحید کو قبول کرلیں۔ تو پھر ان پر کسی قسم کی زیادتی نہ کی جائے البتہ ان میں سے جو ظالم ہوں۔ یعنی کفر و شرک پر قائم ہوں اور تم سے برسرپیکار رہیں۔ ان سے بے شک لڑو اور انھیں قتل کرو۔ فان انتھوا اعرضوا عن قتالکم ودخلوا فی ملتکم واقروا بما الزمکم اللہ من فرائضہ وترکوا ما ھم علیہ من عبادۃ الاوثان (ابن جریر ص ۱۰۹ ج ۲) اور عدوان سے یہاں جنگ اور سزا کے قتل مراد ہے۔ قالوا والمراد ان ھھنا المعاقبۃ والمقاتلۃ (ابن کثیر ص ۲۲۷ ج ۱)

---

۱۲ ... یعنی محرم، رجب، ذی قعدہ اور ذی الحجہ اشہر الحرم کہلاتے تھے۔ اور ان

وَالْحُرُمَاتُ قِصَاصٌ فَمَنِ اعْتَدٰی عَلَیْکُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَیْهِ بِمِثْلِ مَا
اور ادب رکھنے میں بدلا ہے ؎۱۱۳ پھر جس نے تم پر زیادتی کی تم اس پر زیادتی کرو جیسی اس نے
اعْتَدٰی عَلَیْکُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِیْنَ
زیادتی کی تم پر ؎۱۱۴ اور ڈرتے رہو اللہ سے اور جان لو کہ اللہ ساتھ ہے پرہیزگاروں کے ؎۱۱۵
وَاَنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ
اور خرچ کرو اللہ کی راہ میں ؎۱۱۶

میں جنگ وقتال جائز نہیں تھا۔ ذی قعدہ کے مہینے میں حضرت رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم صحابہ کی ایک کثیر جماعت کے ساتھ بقصد عمرہ مکہ مکرمہ پہنچے۔ تو مشرکین مکہ نے آپ کو مقام حدیبیہ میں روک دیا اور مسلمانوں پر تیر اندازی اور سنگباری کے ذریعہ اس عزت والے مہینے میں جنگ کی ابتدا بھی کی۔ اسوقت دونوں فریقوں میں یہ معاہدہ ہوا کہ مسلمان اگلے سال عمرہ کریں۔ جب اگلے سال مسلمان عمرہ کے لئے روانہ ہوئے۔ تو دل میں تردد پیدا ہوا کہ اس عزت والے مہینے میں اگر کفار نے پہل کی اور لڑائی شروع کر دی۔ پھر ہم کیا کریں۔ اگر جوابی کارروائی نہ کریں۔ تو یہ بھی مناسب نہیں اگر کریں تو عزت والے مہینے کی بے حرمتی ہوتی ہے۔ تو اللہ تعالے نے فرمایا۔ کہ جوابی کارروائی میں تم پر کوئی گناہ نہیں کیونکہ عزت والا مہینہ تو عزت والے مہینے کے بدلے ہوتا ہے اگر انہوں نے اس مہینے کی حرمت کو قائم نہیں رکھا اور تم سے لڑنے لگے ہیں۔ تو تم پر بھی اس کا احترام ساقط ہے۔ قاتلھم المشرکون عام الحدیبیۃ فی ذی قعدۃ قتالا خفیفًا بالرمی بالسھام والحجارۃ فاتفق خروجھم لعمرۃ القضاء فیہ فکرھوا ان یقاتلوھم لحرمتہ فقیل ھذا الشھر بذاک وھتکہ بھتکہ فلا تبالوا بہ (روح ص ۷۵ ج ۲)

؎۱۱۳ اور عزت وحرمت والی چیزیں تو برابر در عوض ومعاوضہ کی چیزیں ہیں۔ اگر وہ ان کا احترام کریں۔ تو تم بھی احترام کرو۔ اور اگر وہ احترام نہ کریں۔ تو تم کو بھی لازم نہیں۔

؎۱۱۴ یہ ماقبل پر متفرع ہے یعنی اگر وہ تم پر زیادتی کریں مثلاً شہر حرم میں تمہارے ساتھ لڑائی کی ابتدا کریں۔ تو تم بھی جوابی کارروائی کرو مگر تمہاری جوابی کارروائی ان کے ظلم سے زیادہ نہیں بڑھ کر نہ ہو۔ عربی محاورات میں فعل کی جزا کو نفس فعل سے تعبیر کیا جاتا ہے اسی محاورے کے مطابق یہاں مسلمانوں کی جوابی کارروائی کو جو مشرکین کی زیادتی کی جزا تھی۔ اعتدا اور زیادتی سے تعبیر کیا ہے

؎۱۱۵ کیسا زریں اصول ہے یہ اسلام کا کہ دشمن سے انتقام لینے میں بھی خوف خدا کو بیچ میں رکھ دیا۔ کہ کہیں دشمن پر زیادتی نہ ہو جائے۔ اور پھر ساتھ ہی مسلمانوں کو اطمینان دلا دیا۔ کہ اگر تم تقوی اختیار کرو گے۔ تو ہمیشہ میری مدد تمہارے شامل حال رہے گی۔

؎۱۱۶ جہاد کے حکم کے بعد اب یہاں اللہ کی راہ میں خرچ کرنیکا حکم دیا ہے کیونکہ خرچ کئے بغیر جہاد بھی ناممکن ہے

مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق

فریقین کے درمیان سمجھوتہ ہوگیا

دارالعلوم دیوبند کے مکتب فکر سے تعلق رکھنے والوں کے درمیان عالم برزخ میں انبیاء علیہم السلام کے بارے میں عرصہ پانچ سال سے اختلاف چلا آرہا تھا۔ اور اب تو یہ اختلاف نزاع و جدال، تحزب و تفرق اور گروہ بندی کی حد تک پہنچ چکا تھا۔ یہ اختلاف نفس حیات میں نہیں تھا۔ کیونکہ نفس حیات کے ثبوت پر سلف سے لے کر خلف تک پوری امت متفق ہے۔ اور تمام حضرات علمائے دیوبند اس کے قائل ہیں۔ اختلاف جو تھا۔ وہ صرف اس حیات کی کیفیت اور اس کی جزوی تفصیلات میں تھا۔ حضرات علماء دیوبند کی ایک جماعت اس بات کی قائل تھی۔ کہ برزخ میں انبیاء علیہم السلام کو دنیوی حیات حاصل ہے اور وفات کے بعد اپنی قبور مبارکہ میں حیات جسمانی کے ساتھ زندہ ہیں۔ اور ان کے اجسام کے ساتھ ان کی ارواح مبارکہ کا ویسا ہی تعلق قائم ہے جیسا کہ دنیوی زندگی میں قائم تھا۔ اس خیال کے سرگروہ حضرت مولانا خیر محمد صاحب مدظلہ العالی اور مولانا محمد علی صاحب جالندھری تھے۔ اور علمائے دیوبند کی دوسری جماعت کا نظریہ یہ تھا۔ کہ حضرات انبیاء علیہم السلام جب دنیا میں بقید حیات موجود تھے۔ اس وقت انکی حیات دنیوی تھی۔ اور ان کے اجسام طاہرہ کے ساتھ انکی ارواح مبارکہ کا ایسا تعلق قائم تھا کہ اس کے ذریعے ان کے اجسام طیبہ سے مختلف افعال صادر ہوتے تھے۔ لیکن جب وہ وفات کے ذریعے دنیا سے عالم برزخ کی طرف منتقل ہوگئے تو وہاں ان کو زندگی بھی برزخی ہی عطا ہوئی۔ اور وہ عالم برزخ میں برزخی حیات سے زندہ ہیں نہ کہ دنیوی حیات سے اور ان کے اجسام سے انکی ارواح کا تعلق بھی برزخی ہے جس کی کیفیت اور حقیقت اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اس جماعت کے قائدین حضرت مولانا قاضی نور محمد رحمۃ اللہ علیہ مولانا قاضی شمس الدین صاحب۔ مولانا غلام اللہ خان صاحب اور مولانا سید عنایت اللہ صاحب بخاری تھے

حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی ظنوا بالمومنین خیرا کے مطابق ہمارا ظن یہی ہے کہ فریقین کا اختلاف ضد و عناد پر مبنی نہیں تھا۔ بلکہ ہر دو فریق کے پاس دلائل موجود تھے۔ اور ہر فریق نے سلف کے عمل سے تمسک فرمایا تھا۔ فریق اول نے علامہ تقی الدین سبکی شافعی[1]، امام سیوطی شافعی، شاہ عبدالحق محدث دہلوی حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ اور اکثر اکا

---

[1] علامہ تقی الدین سبکی رح نے اس سلسلہ میں ایک کتاب تصنیف فرمائی تھی۔ جو شفاء السقام فی زیارۃ خیر الانام کے نام سے مشہور ہے۔ دراصل یہ کتاب انہوں نے شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ کے رد میں لکھی تھی۔ اسکے بعد علامہ الحافظ ابن عبدالہادی حنبلی رح نے سبکی کی مذکور الصدر کتاب کا رد لکھا۔ اور الصارم المنکی علی نحر السبکی اس کا نام رکھا۔ قارئین کرام کی دلچسپی اور انکے معلومات میں قیمتی اضافہ کرنے کی غرض سے ان دونوں کتابوں کے بارے میں علامۃ العصر محدث الوقت شیخ الشیوخ حضرت مولانا سید محمد انور شاہ صاحب قدس سرہ کی رائے گرامی پیش کی جاتی ہے آپ فرماتے ہیں۔ وصنف تقی الدین السبکی رسالۃ فی رد ابن تیمیہ وسماھا شفاء السقام

باقی بر صفحہ ۱۸

علماء دیوبند کے مسلک کو اختیار فرمایا۔ جیسا کہ المہند علی المفند میں تفصیل سے مذکور ہے۔ اور جیسا کہ حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب دامت برکاتہم نے اپنے بیان میں رجوع کر لیا ہے (اسکی صراحت فرمائی ہے۔ علی ہذا دوسرے فریق نے بھی اپنے مسلک کی بنیاد کتاب و سنت اور ارشادات سلف صالحین اور تصریحات، بعض اکابر علماء دیوبند پر رکھی۔ چنانچہ امام فخر الدین رازی حافظ ابن حجر، امام بدرالدین عینی، علامہ سید محمود آلوسی اور جمہور علماء اہل سنت اور محققین صوفیاء، امام ولی اللہ دہلوی سے حضرت مولانا شاہ محمد اسحٰق دہلوی رحمہم اللہ تعالیٰ تک تمام خاندان ولی اللہی اور علمائے دیوبند سے حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی، محدث شہیر حضرت مولانا سید محمد انور شاہ صاحب اور شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی رحمہم اللہ تعالیٰ برزخی حیات کے قائل تھے۔ ان اکابر بزرگان دین کی بعض تصریحات ملاحظہ ہوں۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: لانہ بعد موتہ وان کان حیا فھی حیاۃ اخرویۃ لا تشبہ الحیاۃ الدنیا (فتح الباری شرح صحیح بخاری) ترجمہ: کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اگرچہ وفات کے بعد زندہ ہیں۔ لیکن وہ اخروی حیات ہے۔ جو دنیوی حیات سے مشابہ بھی نہیں۔

اور تمام اکابر علماء دیوبند کے استاذ الاساتذہ اور شیخ المشائخ حضرت مولانا شاہ محمد اسحٰق محدث دہلوی فرماتے ہیں:

وحال آنکہ حیات آنجا مماثل حیات دنیا نیست مگر احکام حیات دنیا دیگر است و احکام حیات آنجا دیگر بنا بریں ایں استشہاد درست نمی آید و حق آنست کہ انکار فقہاء عام است و نزد اکثر استمداد از قبور انبیاء کنند یا از قبور غیر ایشاں ہمہ جائز نیست الخ (مسائل اربعین ص ۳۲ و فتاویٰ رشیدیہ مبوب ص [illegible])	حالانکہ وہاں (یعنی عالم برزخ) کی زندگی دنیوی زندگی کے مثل بھی نہیں۔ بلکہ دنیوی حیات کے احکام اور ہیں اور وہاں کی حیات کے احکام اور اس بنا پر انبیاء علیہم السلام کا استشہاد درست نہیں۔ اور حق بات یہی ہے کہ فقہاء کرام کا انکار عام ہے۔ استمداد خواہ انبیاء علیہم السلام کی قبور سے ہو۔ یا غیر انبیاء کی قبور سے ہر طرح ناجائز ہے۔

اور اکابر علماء دیوبند میں سے حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں:-

"مگر یہ بات یاد رہے کہ یہ حیات ناسوتی نہیں ہے۔ بلکہ یہ دوسری قسم کی حیات ہے۔ جس کو حیات برزخیہ کہتے ہیں۔ رہا یہ کہ یہ حیات تو سب کو حاصل ہے نبی کی اس میں کیا تخصیص ہے۔ سو تحقیق یہ ہے کہ مراتب مختلف ہیں۔"

(اشرف الجواب حصہ دوم)

یہ چند حوالے محض اس لئے* درج کئے گئے ہیں۔ تاکہ دوسرے فریق کا موقف بھی قارئین کے سامنے آجائے (پہلے فریق کا موقف تو محترم حضرت قاری صاحب موصوف مدظلہ العالی نے اپنے بیان میں واضح فرما دیا ہے۔)

باقی رہا آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کے پاس صلوٰۃ وسلام کے سماع کا مسئلہ تو اس میں فریقین کے درمیان قطعاً کوئی اختلاف نہیں تھا جیسا کہ آج سے تقریباً تین سال پہلے ماہنامہ تعلیم القرآن شمارہ ماہ دسمبر ۱۹۵۹ء اور پھر اس کے بعد شمارہ ماہ دسمبر ۱۹۶۰ء میں دوسرے فریق کے رسالے میں مسلک کی صراحت موجود ہے۔ البتہ اس فریق کے بعض حضرات

---

* [illegible] زیارۃ [illegible] ماصح [illegible] منہما شیئا [illegible]
ابن تیمیہ [illegible] السبکی [illegible] الصارم المنکی [illegible] السبکی [illegible] القصائد [illegible] مصنف
[illegible] شفاء السقام فی زیارۃ خیر الانام [illegible] تقی الدین سبکی کی کتاب ابن تیمیہ کے
رد میں [illegible] پھر ابن عبدالہادی نے سبکی کے رد میں الصارم المنکی [illegible] میں نے اس میں کوئی نئی بات نہیں پائی۔ البتہ وہ اس میں ضعیف روایتوں کو [illegible]

تھا جیسا ہے حضرت مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔ عند القبر سماع صلوٰۃ و سماع کے دوام و ہمہ وقتی ہونے کے قائل نہیں ہیں۔ الا خرق العادۃ رہیے کہ آگے حضرت مہتمم صاحب مدظلہ العالی کے بیان میں آرہا ہے) بہرحال یہ نزاع و اختلاف کا سلسلہ عرصہ پانچسال تک چلتا رہا اس دوران میں فریقین کی جانب سے کئی بار اس معاملہ کو سلجھانے کی کوشش کی گئی۔ مگر کامیابی نہ ہو سکی۔ فریقین کے درمیان صلح اور سمجھوتہ کرانے کی سعادت چونکہ حکیم ملت حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب دامت برکاتہم مہتمم دارالعلوم دیوبند کیلئے مقدر تھی۔ اسلئے صلح اور سمجھوتہ میں تاخیر ہوتی چلی آئی۔ یہاں تک کہ حضرت مہتمم صاحب مدظلہ پاکستان تشریف لائے۔ اور باہمی صلح کی کوشش کا آغاز ہوا۔ اور حقیقت یہ ہے۔ کہ اس دیرینہ نزاع کا خاتمہ حضرت مہتمم صاحب مدظلہ کی مخلصانہ کوششوں اور آپ کے نیک جذبات ہی کا نتیجہ ہے۔ آپ کی ہر دو فریق کے لئے قابل احترام شخصیت کے بغیر سمجھوتہ ناممکن تھا۔ تفصیلات حضرت مہتمم صاحب کے بیان میں ملاحظہ ہوں۔ البتہ اس سلسلے کی بعض کڑیاں کی طرف اشارہ کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ (خدا جانے حضرت مہتمم صاحب مدظلہ العالی نے کن وجوہ کے پیش نظر ان کو نظر انداز فرما دیا ہے)

حضرت قاری صاحب دامت برکاتہم نے اس سلسلے کا جو سب سے پہلا خط مولانا غلام اللہ خان صاحب کو لکھا تھا۔ اسمیں حضرت موصوف نے اس نزاع کو ختم کرنے کے لئے مسئلہ حیات النبی کے لئے حسب ذیل مشترکہ عنوان تجویز فرمایا۔

"نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم جسمانی طور پر برزخ میں حیات ہیں۔"

مولانا غلام اللہ خان صاحب نے اسکے جواب میں اس عنوان کو رد کئے بغیر ایک اور عنوان تجویز کر کے محترم قاری صاحب کی خدمت میں ارسال کیا۔ مگر حضرت قاری صاحب نے اس کے جواب میں اس عنوان پر اپنے تجویز فرمودہ عنوان کو راجح خیال فرمایا اور قطع نزاع کیلئے اسی پر فریقین کے متفق ہو جانے کو ضروری سمجھا۔ چنانچہ مولانا غلام اللہ خان صاحب اور ان کی جماعت کے باقی تینوں مذکورالصدر حضرات نے باہمی مشورہ کر کے حضرت قاری صاحب مدظلہ کے عنوان سے کلی اتفاق کیا اور چاروں حضرات نے اس پر دستخط کر کے محترم قاری صاحب کی خدمت میں پیش کر دیا۔ لیکن جب حضرت موصوف نے یہی عنوان جہلم میں فریق اول کے ارکان مولانا خیر محمد صاحب، مولانا مفتی محمد شفیع صاحب سرگودہوی اور مولانا محمد علی صاحب جالندھری کے سامنے پیش کیا۔ تو انہوں نے اس عنوان سے اتفاق نہ کیا۔ بلکہ محترم قاری صاحب نے ان کی گفتگو سننے کے بعد ایک اور مشترکہ عبارت تجویز کی چنانچہ محترم قاری صاحب جب لاہور تشریف لائے۔ تو انہوں نے دوسری تجویز کردہ عبارت فریق ثانی کے سامنے پیش کی۔ تو انہوں نے معمولی بحث و تمحیص کے بعد اسے بھی قبول کر لیا۔ دوران گفتگو میں مولانا خیر محمد صاحب نے فرمایا کہ میں تو چاہتا ہوں۔ کہ المہند علی المفند کی عبارت ہی پر فریقین کے دستخط ہو جائیں۔ کیونکہ وہ تمام علماء دیوبند کا متفقہ مسلک ہے۔ اس پر مولانا غلام اللہ خان صاحب نے فرمایا۔ کہ المہند کی عبارت کے خلاف بعض علماء دیوبند کی صریح عبارتیں موجود ہیں۔ خصوصاً حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی کئی عبارتیں المہند کے صریح خلاف ہیں۔ میں ابھی آپ کو دکھا سکتا ہوں۔ اس پر مولانا خیر محمد صاحب خاموش ہو گئے۔ اور آخرکار فریقین کے دستخط ہو گئے۔ اور صلح اپنی آخری منزل میں داخل ہو گئی۔ ایک تحریر نفس مسئلہ کے بارے میں اور ایک تحریر حضرت مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب کے بارے میں لکھی گئی۔ دوسری تحریر کے لئے مولانا محمد علی صاحب جالندھری نے سخت اصرار کیا۔ اور پھر حضرت قاری صاحب مدظلہ نے بھی مولانا غلام اللہ خان صاحب اور مولانا قاضی نور محمد صاحب مرحوم کو تحریر دینے پر مجبور کیا۔ تاکہ یہ ناتمام نہ رہ جائے۔

اسلئے دونوں حضرات نے سمجھوتا دو ٹوک کر دیا۔ اس پر حضرت قاری صاحب نے فریقین کو ہدایت فرمائی [illegible]
سے پہلے کوئی فریق اپنی کسی قسم کی اور کوئی تحریر یا بیان شائع نہ کرے

"مخلفانہ مہم بر فریقین کے دستخط ہو جانے کے بعد ہونا یہ چاہیے تھا کہ [illegible]
مانگ لی ہے اور اپنے مسلک سے توبہ کر لی ہے۔ وغیرہ وغیرہ یہ پروپیگنڈا [illegible]
مختلف حصوں (مثلاً کراچی، سکھر، ملتان، میانوالی، سرگودھا، ملتان وغیرہ) میں [illegible]
غلام اللہ خان صاحب اور مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری کو وصول ہوئے [illegible]
سے واپسی پر اس قسم کے غلط اور خلاف حقیقت پروپیگنڈے کا علم ہوا تو یہ چیز آپ کو بہت ناگوار [illegible]
کو نماز عشا کے بعد دارالعلوم تعلیم القرآن میں تقریر کے آغاز میں آپ نے حسب ذیل الفاظ میں [illegible]

"یہ صلح رجعیت کی صلح نہیں تھی۔ اس کو غلبہ یا مغلوبیت سے یا رجعیت سے تعبیر کرنا سوائے فتنہ [illegible]
اور کیا ہو سکتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ جھگڑا مسئلہ کا نہیں تھا جذبات کا جھگڑا تھا...... [illegible]
غلام اللہ خان صاحب نے وہ کونسا گناہ کیا تھا جس سے انہوں نے توبہ کر لی ہے۔"

اس طرح زبانی پروپیگنڈے کے علاوہ پہلے فریق نے اپنی خود ساختہ تہذیب کے ساتھ صلحنامہ کی [illegible]
اخبار "ترجمان اسلام" بابت ۱۹ جولائی ۱۹۶۲ء اور سہ روزہ اخبار "پیام اسلام" لاہور میں شائع کر دیں [illegible]
میں بھی چھپوا کر ملک کے کونے کونے میں پھیلا دیا جب محترم قاری صاحب مدظلہ العالی کی خدمت میں ان کا [illegible]
ترجمان اسلام کا پرچہ پیش کیا گیا۔ تو اس پر حضرت نے ناگواری کا اظہار فرمایا۔ کیونکہ ان کے بیان سے پہلے کسی قسم کی تحریر شائع [illegible]
ان کے صریح حکم اور منشا کے خلاف تھا۔ اس سلسلہ میں ایک تحریر بھی آپ نے اشاعت کے لئے مرحمت فرمائی۔

اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے۔ کہ اس نے علماء دیوبند کی جماعت کا اتحاد و اتفاق دوبارہ بحال فرما دیا۔ [illegible]
تعالیٰ فریقین کو اس نعمت غیر مترقبہ کی قدر دانی کرنے اور اس اتحاد کو قائم کرنے و برقرار رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

حضرت مہتمم صاحب دامت برکاتہم ہمارے دلی شکریہ اور مبارکباد کے مستحق ہیں۔ جن کے نیک ارادوں اور جن کی
بے لوث کوششوں سے یہ صلح معرض وجود میں آئی جس کا آپ کی ذات گرامی کے درمیان میں آئے بغیر وقوع درکنار کسی کے [illegible]
کا تصور بھی ذہن میں نہیں آسکتا تھا۔ آخر میں حضرت مولانا قاضی نور محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حق میں دعا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ ان پر پے
در پے رحمتیں نازل فرمائے ان کی لغزشوں سے درگذر کرے اور جنت الفردوس میں ان کے درجات بلند فرمائے۔ حضرت مرحوم
نے نہایت اخلاص اور دردمندی سے اس نزاع کو ختم کرانے کی کوشش فرمائی تھی۔ اس عالم پیری میں جماعت کی سالمیت کے لئے
انہوں نے جوانمردوں کی طرح شدت گرما میں طویل سفر کئے۔ اور آخر کار امت مسلمہ کے دو گروہوں کے درمیان اختلاف کی گہری
خلیج پاٹ کر اور ان کے درمیان برادرانہ اتحاد و یگانگت کی طرح ڈال کر اللہ کو پیارے ہو گئے۔ ہماری جماعت حضرت قاضی صاحب
مرحوم کے احسانات کو کبھی فراموش نہیں کر سکتی۔

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

والحمد للہ اولاً و آخراً وصلی اللہ علی رسولہ الکریم دائماً وسلم علیہ سلاماً کثیراً وعلی آلہ اجمعین

سجاد بخاری ۱۰ جولائی ۱۹۶۲ء

حکیم ملت حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مدظلہ العالی مہتمم دارالعلوم دیوبند کا مکتوب گرامی

شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان صاحب مہتمم دارالعلوم تعلیم القرآن راولپنڈی کے نام

از لاہور

مخدومی معظمی زید فضلکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

جناب سے رخصت ہو کر راولپنڈی سے بائی ائر لاہور اور وہاں سے کراچی اور آج وہاں سے ہوائی جہاز سے صبح ۹ بجے لاہور پہنچا۔ راولپنڈی سے اکوڑہ پہنچ کر بھاگ دوڑ کے ساتھ معاملہ متعلقہ مسئلہ حیات النبی کی روداد قلم بند کی جو رہ گئی۔ وہ پشاور میں۔ وہاں سے رہ گئی۔ تو ہوائی جہاز میں غرض اسے مکمل کیا۔ کراچی میں مسودہ نقل کرایا۔ مگر وہ غلط نقل ہوا۔ آخر خود ہی اولاً صاف کیا۔ پھر زاہر سلمہٗ سے نقل کرایا۔ جو ارسال خدمت گرامی ہے۔ اسکی نقل خدام الدین کو طباعت کیلئے دیگئی ہے۔ اور ایک جناب کے پاس ارسال ہے۔ اسے رسالہ تعلیم القرآن میں طبع کرادیا جائے۔

اس کے ارسال میں تاخیر غیر معمولی ہوگئی۔ مگر کیا عرض کروں مصروفیت بے حد رہی۔ بہرحال والخیر فیما وقع۔

مولانا قاضی نور محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا صدمہ قلب پر غیر معمولی رہا۔ اور کئی دن تک ان کے حادثہ کا نقشہ آنکھوں کے سامنے رہا۔ حق تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے۔

امید ہے کہ مزاج گرامی بعافیت ہوگا۔ احقر انشاء اللہ تعالیٰ ۸ر جولائی ۱۹۶۲ء بروز اتوار وطن واپس ہوگا۔ دعا کا خواستگار رہوں۔ امید ہے کہ آپ مع الخیر ہوں گے۔

والسلام

محمد طیب غفرلہ

شمس آباد۔ سخاوت منزل ۵ر جولائی ۶۲ء

مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم
سے متعلق
چار سالہ نزاع کا خاتمہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی

برزخ میں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی حیات کا مسئلہ مشہور و معروف اور جمہور علما کا اجماعی مسئلہ ہے۔ علماء دیوبند حسب عقیدہ اہل سنت والجماعت برزخ میں انبیاء کرام کی حیات کے اس تفصیل سے قائل ہیں۔ کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم اور تمام انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام وفات کے بعد اپنی اپنی پاک قبروں میں حیات جسمانی کے ساتھ زندہ ہیں۔ اور ان کے اجسام کے ساتھ ارواح مبارکہ کا ویسا ہی تعلق قائم ہے۔ جیسا کہ دنیوی زندگی میں قائم تھا۔ وہ عبادت میں مشغول ہیں۔ نمازیں پڑھتے ہیں۔ انھیں رزق دیا جاتا ہے۔ اور وہ قبر مبارکہ پر حاضر ہونے والوں کا صلوٰۃ وسلام بھی سنتے ہیں۔ وغیرہ۔ علماء دیوبند نے یہ عقیدہ کتاب وسنت سے وراثتاً پایا ہے۔ اور اس بارے میں ان کے سوچنے کا طرز بھی متوارث ہی رہا ہے۔ حتیٰ کہ جب بریلوی حلقوں سے ان پر یہ الزام لگایا گیا ہے۔ کہ وہ برزخ میں حیات انبیاء کے منکر ہیں۔ اور اس افتراء سے علماء حرمین شریفین کو ان کی طرف سے بدظن بنا کر اور دھو... دے کر ان کے خلاف فتویٰ بھی حاصل کر لیا گیا۔ لیکن جب علماء حرمین پر اس دھوکہ دہی کی حقیقت کھلی۔ اور انہوں ... اس قسم کے تمام مسائل کے بارے میں از خود ایک مفصل استفتاء مرتب کر کے علماء دیوبند سے جواب مانگا جس میں حیات ا... کا سوال بھی شامل تھا۔ تو حضرت اقدس مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مفصل جوابی فتویٰ بنا... المہند علی المفند مرتب فرما کر علمائے حرمین کے پاس ارسال فرمایا جس میں مسئلہ حیات النبی وحیات انبیاء کرام کے بار... میں علماء دیوبند کا نقطہ نظر غیر مشتبہ اور واضح الفاظ میں تحریر فرمایا جس کا حاصل یہ تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام انب... علیہم السلام اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور برزخ میں انکی یہ حیات حیات دنیوی ہے۔ نیز اسی ذیل میں اس نقطہ نظر کو مزید... اور منضبط کرنے کیلئے انہوں نے بانی دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی قدس سرہٗ کے رسالہ آبحیات کا حوالہ بھی دیا جو ا... پر ایک مستقل اور پر از حقائق ومعارف کتاب ہے جس کا مقصد اس مسئلہ کی ایک مستحکم تائید کے علاوہ یہ بھی تھا۔ کہ علماء دیوبند کا یہ عق... (حیات انبیاء) انھیں اپنے اسلاف سے بطور توارث کے ملا ہے۔ کوئی انفرادی رائے یا وقتی ہنگامی فتویٰ نہیں ہے۔ جو...

؎ اس عبارت کا فریقین کی صلح سے کوئی تعلق نہیں۔ جس عبارت پر صلح ہوئی ہے۔ وہ آگے صف...
پر آرہی ہے۔ سجاد

کے پیش آنے سے اتفاقاً سامنے آگیا ہے۔ پھر اس مسئلہ اور اسکے بارے میں حضرت نانوتوی کے رسالہ کے حوالہ کی تائید میں
اس وقت کے تمام اکابر علماء دیوبند کے توثیقی دستخط بھی اسمیں ثبت کرائے جس سے یہ واضح کرنا مقصود تھا کہ مسئلہ حیات انبیاء کے
بارے میں یہ مذکورہ عقیدہ صرف انکے سلف ہی کا نہیں۔ بلکہ خلف بھی اس کے اسی طرح قائل ہیں جس طرح سلف قائل تھے۔
اور اس طرح یہ مسئلہ (ثبات حیات انبیاء) بطرز مذکور سلف سے لیکر خلف تک یکسانی کے ساتھ مسلم اور متفق رہا ہے۔ اور تمام
علماء دیوبند کا یہ اجماعی مسلک ہے جس سے کوئی منحرف نہیں ہے۔ بدقسمتی اتفاق سے وقت کے بعض فضلاء دیوبند نے اس
مسئلہ کی تفصیلات میں کچھ اختلاف فرمایا جس کا ظہور تین چار سال سے ہوا۔ نفس اختلاف رائے مضر نہ ہوتا لیکن سوء
اتفاق سے یہ اختلاف اسٹیج پر آگیا۔ اور اسمیں ردو قدح کی صورتیں پیدا ہونے لگیں۔ عوام کو بھی اس سے دلچسپی پیدا ہو
گئی۔ اور آخرکار اس مسئلہ کی بحث علماء سے گذر کر عوام میں انکے مستقل رنگ سے پھیل گئی جس سے قدرتاً اس اختلاف نے نزاع
وجدال باہمی کی صورت اختیار کرلی۔ گروپ بندی شروع ہوگئی۔ اور یہ بحث آخرکار ایک جماعتی فتنہ کی صورت میں آگئی جس سے
مسئلہ تو ایک طرف رہ گیا۔ اور فساد آگے آگیا۔ اور خود جماعت دیوبند میں تفریق وتفرق اور تحزب کے آثار نمایاں ہونے لگے۔ جانبین سے رسالے لکھے گئے۔
اخباری بحثیں چھڑ گئیں جس سے جماعت کی اجتماعی قوت کو سخت نقصان پہنچ گیا۔ یہ صورت حال دیکھ کر اور اخبارات ورسائل سے ان
مناقشات کی خبریں معلوم کر کے دل زخمی ہوتا رہا۔ اور جوں جوں یہ فتنہ بڑھتا گیا۔ دل ہی دل میں دل کا غم بھی ترقی کرتا گیا۔ دلی آرزو تھی کہ کسی
طرح فتنہ نزاع وجدال کی یہ صورت ختم ہو جائے۔ حسن اتفاق سے ۲۶ اپریل ۱۹۶۲ء کو احقر کو پاکستان حاضر ہونے کا اتفاق ہوا۔
اور اسی ماہ میں بزمانہ قیام لاہور جناب مولانا غلام اللہ خان صاحب اور محترم مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری احقر سے
ملاقات کیلئے قیام گاہ پر تشریف لائے۔ دوران ملاقات میں احقر نے اس نزاع وجدال کا شکوہ کرتے ہوئے اس صورت حال کے
مضر اثرات کی طرف توجہ دلائی۔ اور عرض کیا کہ یہ صورت بہرنہج ختم ہونی چاہیئے جبکہ یہ مسئلہ کوئی ایسا اساسی مسئلہ نہیں ہے کہ اسے
ایک مستقل موضوع کی حیثیت سے اسٹیج پر لایا جائے۔ اور اسکی وجہ سے تفریق وتفرق اور تحزب کے ان مضر اثرات کو نظر انداز کیا جاتا رہے
کیا ہی اچھا ہو کہ یہ مسئلہ یا تو اسٹیج پر آئے ہی نہیں۔ اور اگر اتفاقاً آجائے۔ تو اس کا عنوان نزاعی نہ رہے۔ اس پر ان دونوں بزرگوں نے
نہایت مخلصانہ اور دردانگیز لہجہ میں کہا۔ کہ ہم خود بھی اس صورت حال سے دل گرفتہ ہیں۔ اور دلی تنگی محسوس کرتے ہیں کاش آپ احقر
ہی اس درمیان میں پڑ کر اس نزاع کو ختم کرادیں۔ اور ہم سمجھتے ہیں کہ آپ کے سوا یہ قصہ کسی دوسرے کے بس کا ہے بھی نہیں۔ اس بارہ میں آپ کی
اب تک کی تحریرات نہایت معتدل انداز سے سامنے آئی ہیں۔ جنکو دونوں فریق نے احترام کی نگاہ سے دیکھا ہے۔ اب بھی ہمارے
میں آپ کی مساعی احترام وقبول کی نگاہ سے دیکھی جائینگی۔ احقر کو ان مخلصانہ جملوں سے نزاع کے ختم ہونے کی کافی توقع پیدا ہو
گئی۔ اور ارادہ کرلیا گیا۔ کہ فریقین کے ذمہ دار افراد سے مل کر کوئی مفاہمت کی صورت پیدا کی جائے۔ چنانچہ جواب میں یہی عرض
کیا گیا۔ کہ حضرت مولانا خیر محمد صاحب دام مجدہٗ شیخ الحدیث مدرسہ خیر المدارس ملتان سے مل کر میں اس سلسلے میں کوئی رائے قائم
کرونگا۔ کراچی پہنچ کر احقر نے اس سلسلے میں مولانا غلام اللہ خان صاحب سے مراسلت شروع کی۔ تاکہ معاملہ کے کچھ ابتدائی مبادی طے ہوسکیں
ظاہر ہے کہ کسی دینی مسئلہ میں مفاہمت کے معنی خلاف دیانت رائے تبدیل کردینے یا مسئلہ کو کم وبیش کر کے کسی اجتماعی نقطہ پر آجانے
کے تو ہو ہی نہیں سکتے۔ اسلئے طریقہ مفاہمت اور فریقین کیلئے نقطہ اجتماع ذہن میں یہ آیا۔ کہ اولاً یہ مسئلہ عوام میں لایا ہی نہ جائے۔
اور اگر بیان مسئلہ کی نوبت آئے۔ تو اسکا قدر مشترک پیش کر کے اسکی تفصیلات اور اختلافی خصوصیات پر زور نہ دیا جائے

سلہ اس کا تجزیہ تمہید میں کردیا گیا ہے۔ قارئین کرام اسے بغور ملاحظہ فرمالیں۔

Scanned with CamScanner

بلکہ عوام کو ان کی گہری خصوصیات میں پڑنے سے روکا جائے، تو کم از کم عوام میں سے یہ نزاعی صورتیں ختم ہو
مضر ثابت ہو رہی ہیں۔ پھر اگر علماء کی حد تک تفصیلات میں کچھ اختلافات باقی بھی رہ جائے، جس کا عوام پر
ہو۔ تو گروہ بندی کے مضر اثرات ختم ہو جائیں گے۔ جو فتنہ کی اصل بنے ہوئے ہیں۔ اسلئے احقر نے اپنی محدود
کی حد تک اس مسئلہ کے قدر اشتراک کا ایک عنوان تجویز کر کے مولانا ممدوح کو لکھا۔ کہ وہ اس بارے میں اپنی
فرمائیں۔ تاکہ دوسرے حضرات کی رائے بھی حاصل کی جا سکے۔ اس عریضہ کا جواب مجھے ملتان پہنچ کر
میں ملا۔ جس میں مولانا غلام اللہ خان صاحب نے احقر کے عنوان کو رد کئے بغیر خود بھی ایک عنوان لکھ کر بھیجا
حضرت مولانا خیر محمد صاحب مولانا محمد علی جالندھری اور دوسرے معتمد علماء جمع تھے۔ جن کے سامنے احقر نے
اور یہ دونوں عنوان رکھ کر گفتگو کی۔ طے یہ پایا کہ قیام ملتان کی قلیل مدت اس مسئلہ کیلئے کافی نہیں ہے اور
افراد بھی یہاں موجود نہیں۔ اسلئے اس مسئلہ پر گفتگو جہلم میں رکھی جائے اور وہاں ایک مستقل دن اس کا
رکھا جائے۔ ساتھ ہی احقر نے ملتان ہی سے اپنی تقریروں میں اس منصوبے کے لئے زمین ہموار کرنی شروع کر دی
سرگودھا، جہلم اور راولپنڈی میں خصوصیت کے ساتھ اس سلسلہ میں اصلاحی عنوانات اختیار کئے گئے۔ اس
سلسلہ میں حضرت مولانا خیر محمد صاحب مدظلہ، حضرت مولانا محمد شفیع صاحب سرگودھوی اور مولانا محمد علی
سے جہلم تشریف لے چلنے کے لئے عرض کیا۔ جس کو ان حضرات نے بخوشدلی منظور فرما لیا۔ بمقررہ تاریخ یہ بزرگ
جہلم میں جمع ہوگئے۔ اور مسئلہ حیات النبی کا قدر مشترک زیر غور آیا۔ طے یہ پایا کہ قدر مشترک کم از کم اتنی تفصیل ضرور لئے
چاہئے۔ جس سے مسئلہ کے تمام بنیادی گوشوں پر روشنی پڑ سکے۔ اور عوام بطور عقیدہ کے اسے سمجھ سکیں۔ چنانچہ اس
بعد ایک جامع تعبیر احقر نے قلمبند کی۔ اور ارادہ کیا گیا کہ راولپنڈی میں ان حضرات ممدوحین کی موجودگی میں دوسرے
ذمہ دار حضرات مولانا غلام اللہ خان صاحب مولانا قاضی نور محمد صاحب مولانا قاضی شمس الدین صاحب اور مولانا
شاہ صاحب بخاری کو جمع کر کے اس منصوبہ اور مجوزہ عنوان پر گفتگو کی جائے اور اس مسئلہ کا آخری طور پر فیصلہ کرا دیا
چنانچہ ۲۲ جون ۱۹۶۲ء یوم جمعہ دونوں جانب کے یہ سب بزرگ احقر کی قیامگاہ (مدرسہ حنفیہ عثمانیہ) میں جمع ہوئے
مجلس میں احقر نے اس معاملہ کی اول سے آخر تک ساری روداد بیان کر کے مسئلہ کا وہ منقح قدر مشترک دونوں
ذمہ دار حضرات کے سامنے رکھا۔ گفتگو نہایت دوستانہ اور مخلصانہ ماحول میں ہوئی۔ اور ختم مجلس تک الحمد
قائم رہا۔ نہ اس میں ہار جیت کے جذبات تھے۔ نہ غلبہ و مغلوبیت کے تصورات تھے۔ بلکہ مسئلہ کو سلجھانے اور نمٹانے کے
تھے۔ اور آخر یہ نتیجہ نکلا۔ کہ دونوں حلقوں نے احقر کی پیش کردہ قدر مشترک کے عنوان کو قبول کر لیا۔ اور اس
تحریری یادداشت جو احقر نے اپنے دستخط سے پیش کی۔ فریقین نے دستخط فرما دیئے۔ اس تحریری یادداشت کا متن بلفظہ
”عامۂ مسلمین کو فتنہ نزاع و جدال سے بچانے کیلئے مناسب ہوگا۔ کہ مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلہ
ہر دو فریق کے ذمہ دار حضرات عبارت ذیل پر دستخط فرمائیں۔ یہ عنوان مسئلہ کا قدر مشترک ہوگا۔ ضرورت
پر اسی کو عوام کے سامنے پیش کر دیا جائے۔ عبارت حسب ذیل ہے۔
”وفات کے بعد نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے جسد اطہر کو برزخ (قبر شریف) میں یہ تعلق روح حیات حاصل
ہے۔ اور اس حیات کی وجہ سے روضۂ اقدس پر حاضر ہونے والوں کا آپ صلوٰۃ وسلام

سُنتے ہیں۔

(احقر محمد طیب وارد حال راولپنڈی ۲۲ جون ۱۹۶۲ء) (مولانا قاضی) نور محمد خطیب جامع مسجد قلعہ دیدار سنگھ
لاشئی (مولانا) غلام اللہ خان (مولانا) محمد علی جالندھری عفا اللہ عنہ

اس مختصر عبارت کی کافی تفصیل چونکہ مولانا قاضی شمس الدین صاحب (برادر خورد مولانا قاضی نور محمد صاحب) اپنے مکتوب میں لکھ کر مولانا محمد علی صاحب جالندھری کے پاس بھیج چکے تھے۔ اسلئے یہ عبارت بالا ان کی مسلمہ ہے۔ بنابریں اس عبارت پر ان کے دستخط کرانے کی ضرورت نہیں سمجھی گئی۔ عبارت بالا کو ان کا مسلمہ سمجھا جائے۔

چونکہ اس موقع پر سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری بوجہ علالت راولپنڈی تشریف نہ لا سکے۔ اس لئے احقر کے عرض کرنے پر اور مسودہ پیش کرنے پر حضرت مولانا قاضی نور محمد صاحب اور مولانا غلام اللہ خان صاحب نے انکے بارے میں حسب ذیل تحریر دستخط کر کے بندہ کو عنایت فرمائی۔ جس کا متن بلفظہٖ حسب ذیل ہے۔

ہم (مولانا قاضی نور محمد صاحب اور مولانا غلام اللہ خان صاحب) اسکی پوری کوشش کرینگے کہ سید عنایت اللہ شاہ صاحب سے بھی اس تحریر (مندرجہ بالا) پر دستخط کرائیں جس پر ہم نے دستخط کئے ہیں۔ اگر ممدوح اس پر دستخط نہ کرینگے۔ تو ہم مسئلہ حیات النبی میں اس تحریر کی حد تک اُن سے برأت کا اعلان کر دیں گے۔ نیز اپنے جلسوں میں ان سے مسئلہ حیات پر تقریر نہ کرائینگے۔ اور اگر اس مسئلہ میں وہ کوئی مناظرہ وغیرہ کریں گے۔ تو ہم اسبارے میں ان کو مدد نہ دیں گے۔

نور محمد خطیب قلعہ دیدار سنگھ لاشئے غلام اللہ خان (۲۲ جون سنہ ۱۹۶۲ء)

اس تحریر سے ہر دو دستخط کنندہ بزرگوں کی حق گوئی اور حق پسندی ظاہر ہے باوجودیکہ سید عنایت اللہ شاہ صاحب سے ان بزرگوں کے قوی ترین تعلقات اور مخلصانہ روابط ہیں مگر اسبارہ میں کسی رو رعایت سے کام نہیں لیا۔ جس سے ان کی انصاف پسندی اور دین کے بارے میں بے لوثی نمایاں ہے۔ تاہم سید صاحب ممدوح کے بارے میں مجھے اپنی معلومات کی حد تک یہ عرض کرنے میں کوئی جھجک محسوس نہیں ہوتی۔ کہ وہ برزخ میں انبیاء کی حیات جسمانی کے کلیۃً منکر نہیں ہیں۔ صرف اسکی کیفیت اور نوعیت میں کلام کرتے ہیں۔ ایسے ہی وہ حاضرین قبر شریف کے درود وسلام کے حضور کے سمع مبارک تک پہنچنے اور آپ کے سننے کا بھی علے الاطلاق انکار نہیں کرتے۔ بلکہ اس کے دوام اور ہمہ وقتی ہونے کے قائل نہیں۔ ان کا یہ ناتمام اقرار چونکہ ان کی معنوی حجت ہے اسلئے انھیں اسبارہ میں منکر نہیں کہا جائے گا۔ بلکہ مؤول سمجھا جائے گا۔ گو ان کی یہ تاویل بمقابلہ جمہور اس ناچیز اور ہر دو دستخط کنندہ بزرگان ممدوحین بالا کے نزدیک قابل تسلیم نہیں۔ لیکن مذکورہ صورت حال کے ہوتے ہوئے جبکہ ان کا یہ اختلاف حجت ہے ان پر زبان طعن وملامت کھولنا یا تشنیع کرنا کسی طرح قرین انصاف وثواب نہیں بالخصوص جبکہ وہ دوسرے مسائل میں بہ حیثیت مجموعی اہل دیوبند اور اہل سنت والجماعۃ کے حامی اور خادم بھی ہیں۔ اسلئے انھیں ان کے حال پر چھوڑ کر سکوت اختیار کر لیا جانا ہی قرین مصلحت اور جانبین کے لئے مفید ثابت ہوگا۔ ساتھ ہی مجھے اپنے محترم سید صاحب ممدوح سے بھی پوری توقع اور امید رکھنی چاہیئے کہ وہ مسئلہ حیات کی ان تفصیلات میں جمہور اہل سنت والجماعت کے مسلک کا احترام قائم رکھنے کے لئے اپنے کسی خصوصی مفہوم کو خواہ وہ ان کی دانست میں مفہوم اہل سنت والجماعۃ ہی ہو۔ مگر جمہور علماء کے نزدیک وہ ان کا خصوصی مفہوم تمام کیا جاتا ہو۔ اور خواہ وہ کتنی بھی دیانت پر مبنی ہو ضروری الاشاعت نہ سمجھتے ہوئے سکوت کو کلام پر ترجیح دینگے۔ مسئلہ کوئی ایسا

اساسی اور بنیادی عقائد کا نہیں ہے کہ انہیں تکلف بحد تعسف روا رکھا جائے۔

اسی طرح عام مسلمانوں کی خدمت میں گذارش ہے۔ کہ وہ مسائل اور انہیں علماء کے جزوی اختلافات کو مناقشت اور جدال و نزاع کا ذریعہ نہ بنائیں۔ اس قسم کے اختلافات امت کے لئے آسانیوں کا ذریعہ بنائے گئے ہیں نہ کہ لڑائی اور مناقشات کا۔ اسلئے عملاً و اعتقاداً جمہور سلف وخلف کا دامن تھام کر دوسری جانبوں سے مسامحت اختیار کریں اور لڑانے کی خو پیدا نہ کریں۔ آج امت کے بہت سے اہم اور بنیادی مسائل ہیں۔ جو انکی ہیئت اجتماعی کے متقاضی ہیں اور یکجہتی جب ہی برقرار رہ سکتی ہے کہ آئے اس قسم کے فروعی اختلافات میں بصورت گروہ بندی ضائع نہ کیا جائے۔ آخر میں دونوں طرف کے بزرگوں اور بالخصوص فریقین کے نامبردہ اکابر کا شکر گذار ہوں۔ کہ انہوں نے اس ناچیز کی گذارشات کو پوری توجہ والتفات خاطر اور سمع قبول کے ساتھ سنا اور ملت کو بہت سے مفاسد اور مہالک سے بچالیا فجزاہم اللہ عنی وعن جمیع المسلمین خیر الجزاء۔ اس کی صورت کا سب سے زیادہ شاندار مظاہرہ راولپنڈی کے اس عظیم الشان جلسہ عام میں ہوا جو احقر کی تقریر کے سلسلہ میں مدرسہ حنفیہ عثمانیہ کے زیر اہتمام ایک بڑے میدان میں زیر صدارت حضرت مولانا خیر محمد صاحب شیخ الحدیث مدرسہ خیر المدارس ملتان منعقد کیا گیا تھا۔ احقر کو منظوم سپاسنامہ دینے سے جلسہ کا آغاز ہوا۔ اور احقر کی تقریر شروع ہوئی۔ جو تقریباً ۲½ گھنٹہ جاری رہی۔ تقریر کے آخر میں احقر نے عوام کو مخاطب کرتے ہوئے اس نزاع کے ختم ہونے کی بشارت تفصیل سے سنائی جس سے عوام میں خوشی کی ایک بے پناہ لہر دوڑ گئی۔ اور ان ہزارہا انسانوں کے ہجوم نے بے ساختہ تبریک و تہنیت کے نعرے لگانے شروع کر دیئے جس سے فضا گونج اٹھی۔ ختم تقریر پر ایک طرف سے مولانا غلام اللہ خان صاحب نے اور دوسری جانب سے مولانا محمد علی صاحب جالندھری نے اپنی تقریروں سے اس بیان کی توثیق کی۔ اور نہایت فراخدلانہ اور مخلصانہ لب ولہجہ سے فرمایا کہ ہم نے مہتمم دار العلوم کے درمیان میں پڑجانے سے اس مسئلہ کی نزاعی صورت حال کو ختم کر دیا ہے اور جو چیز ہمیں ناممکن نظر آرہی تھی۔ وہ اس شخصیت (احقر ناکارہ) کے درمیان میں آجانے سے نہ صرف ممکن ہی بن گئی بلکہ واقع ہو کر سامنے آگئی۔ اور ہم کھلے دل سے اس کا اعتراف کرتے ہیں۔ کہ اس مہم کو مہتمم دار العلوم ہی کی شخصیت انجام دے سکتی تھی۔ جنہیں ایک طرف دار العلوم دیوبند جیسے علمی و مذہبی مرکز کی سربراہی کی نسبت موجود ہے۔ جو ہم سب کا مرکز قلوب ہے اور دوسری طرف بانی دار العلوم حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی قدس سرہ کی وہ قاسمی نسبت بھی موجود ہے۔ جو پوری قاسمی برادری کو متحد کئے ہوئے ہے۔ اور ہم سمجھتے ہیں کہ اس کے سوا دوسرے سے یہ مہم انجام نہیں پا سکتی تھی۔ بہرحال ہم نے اس نزاع کو ختم کر دیا ہے اور ہم اس بارے میں عوام کو مطمئن کرنا چاہتے ہیں۔ ان دو تقریروں کے بعد ہزاروں آدمیوں کا عظیم اجتماع جذبات مسرت سے ابل پڑا۔ اور اس نے مہتمم دار العلوم زندہ باد۔ دار العلوم دیوبند زندہ باد اور علمائے دیوبند زندہ باد کے فلک شگاف نعرے لگانے شروع کئے۔ کئی منٹ تک فضا نعروں سے گونجتی رہی۔ مجمع میں جذبات مسرت کی ایک عجیب حرکت تھی۔ جس سے مجمع متموج دریا کی طرح نظر آرہا تھا۔ اور نعروں میں تقریریں بند ہو گئیں۔ بالآخر جلسہ نہایت کامیابی کے ساتھ ختم ہوا۔ اور جو تحریک احقر کے قلم سے کراچی سے شروع ہوئی تھی۔ وہ ملتان سرگودھا وحافظ آباد اور جہلم نیز اپنے مختلف مراحل سے گذرتی ہوئی راولپنڈی میں حد اتمام تک پہنچ گئی۔ خدائے بزرگ و توانا کا لاکھ لاکھ شکر ہے۔ کہ چار سال کی مکدر فضا صاف ہوئی اور اسکے المناک آثار رو بزوال نظر آنے لگے۔ والحمد للہ اولاً وآخراً

حق تعالیٰ اس یگانگت کو پائدار اور برقرار رکھے۔ اور مسلمانوں کو توفیق عطا فرمائے کہ وہ دین و ملت کے اہم کاموں کو جزئیات فرعیہ کے مقابلے میں اہم سمجھتے ہوئے اپنی اجتماعی قوتوں کو ان پر لگائیں۔ آمین

احقر محمد طیب مدیر دار العلوم دیوبند نزیل حال جامعہ حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع پشاور ۲ جون ۱۹۶۲ء

حکیم ملت حضرت قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند

کا

مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری کے بارے میں ارشاد گرامی

عبارت بالا سے ہر دو دستخط کنندہ بزرگوں (یعنی حضرت مولانا قاضی نور محمد صاحب مرحوم اور مولانا غلام اللہ خان صاحب)
ی حق پسندی اور حقگوئی نمایاں ہے۔ کہ باوجود مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری سے پوری یگانگت اور قوی ترین تعلق کے
ظہار مسئلہ میں کسی رورعایت سے کام نہیں لیا۔ جو ان حضرات کی صداقت و دیانت کی کھلی دلیل ہے لیکن جہاں تک
د صاحب ممدوح کے بارہ میں میرا علم ہے وہ یہ ہے۔ کہ وہ وفات نبوی کے بعد نفس حیات کے منکر نہیں حتیٰ کہ جسمانی
رزخی حیات کے قائل ہیں۔ تفصیلات میں البتہ انھیں اختلاف ہے۔ حتیٰ کہ قبر مبارک پر صلوٰۃ وسلام پیش کرنے والوں
سماع صلوٰۃ وسلام کے بھی وہ کلیۃً منکر نہیں۔ البتہ دوام کے قائل نہیں۔ ان کا یہ اختلاف ان کی تحقیق سے ہے
محض سے نہیں۔ اسلئے اس بارہ میں انھیں منکر نہیں کہا جائے گا۔ بلکہ مؤول کہا جائے گا۔ گو یہ تاویل احقر اور
ط کنندہ بزرگوں کے نزدیک قابل تسلیم نہ ہو۔ لیکن اس صورت حال کے ہوتے ہوئے ان پر کسی قسم کی ملامت یا
یں مطعون کیا جانا کسی طرح قرین انصاف نہیں ہو سکتا۔ جبکہ وہ بقیہ تمام مسائل میں اہل دیوبند اور اہل سنت
عت کے حامی اور خادم ہیں۔ بلکہ انھیں ان کے حال پر چھوڑ کر سکوت اختیار کیا جانا ہی دونوں جانب کے
مفید ثابت ہوگا۔ ساتھ ہی مجھے اپنے محترم سید صاحب ممدوح سے بھی یہ توقع رکھنی چاہئے۔ کہ وہ بسلسلہ
جمہور اہل سنت والجماعت کے مسلک کے احترام میں اپنے خصوصی مفہوم کی اشاعت کو ضروری نہ سمجھتے ہوئے
رہ میں سکوت کو کلام پر ترجیح دیں گے۔

محمد طیب غفرلہ

۲۶ جون سنہ ۱۹۶۲ء

Scanned with CamScanner

تفسیر آیاتِ متفرقہ

۲

رشحہ قلم امام اہل سنت حضرت مولانا عبدالشکور صاحب فاروقی لکھنوی رح

ف اس آیت میں غزوہ بدر کا بیان ہے۔ کہ ایمان والوں والوں میں ایک گروہ اس سفر کو ناپسند کرتا تھا۔ معلوم ہوا
وقت بھی ایمان والوں کی بڑی تعداد تھی۔ جن میں سے کچھ لوگ اس سفر کے خلاف تھے۔ حالانکہ مذہب شیعہ کی رو
اس وقت چار یا پنج مومن بھی نہ تھے۔ کیونکہ سلمان فارسی بھی اس وقت تک مشرف باسلام نہ ہوئے تھے۔
شیعوں نے اپنی کتابوں میں یہ بھی لکھدیا۔ کہ جن لوگوں کو اس آیت میں سفر کا مخالف ظاہر کیا گیا ہے وہ حضرت
ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ تھے۔ حیات القلوب جلد دوم ص ۲۲۹ میں ہے۔ کہ "موافق روایات سابق معلوم است
کنایات بابوبکر و عمر است کہ کارہ بودند جہاد را" مگر اتنا نہ سمجھے۔ کہ حضرت ابوبکر و عمر کو کارہین میں داخل کرنے
ان کا مومن ہونا بھی ثابت ہو جائے گا۔ کیونکہ خدا نے کارہین کو فریقاً من المومنین فرمایا ہے۔

دسویں آیت

وَاِذْ اَسَرَّ النَّبِیُّ اِلٰى بَعْضِ اَزْوَاجِهٖ حَدِیْثًا فَلَمَّا نَبَّاَتْ بِهٖ وَاَظْهَرَهُ اللّٰهُ عَلَیْهِ عَرَّفَ بَعْضَهٗ وَاَعْرَضَ عَنْۢ بَعْضٍ فَلَمَّا نَبَّاَهَا بِهٖ قَالَتْ مَنْ اَنْۢبَاَكَ هٰذَا قَالَ نَبَّاَنِیَ الْعَلِیْمُ الْخَبِیْرُ اِنْ تَتُوْبَاۤ اِلَى اللّٰهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا

ترجمہ: اور جب کہ نبی نے اپنی کسی بی بی سے راز کی بات
پھر جب اس بی بی نے وہ راز ظاہر کر دیا۔ اور اللہ نے
کو اس بات پر اطلاع دی۔ تو نبی نے اس راز کے بعض
حصہ کی باز پرس کی اور بعض سے چشم پوشی کی۔ جب نبی
اس بی بی سے اس کو بیان کیا۔ تو اس بی بی نے کہا۔ کہ آپ کو
کس نے خبر دی۔ نبی نے کہا۔ کہ مجھے دانائے باخبر یعنی اللہ
نے خبر دی۔ اگر تم اللہ کے سامنے توبہ کر لو۔ (تو بہتر ہے) اس لئے کہ تم دونوں کے دل جھک گئے ہیں۔

ف:۔ ان آیتوں میں حق تعالیٰ نے ایک خاص واقعہ کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ جس کا تذکرہ روایات میں
سنہ ھ کا واقعہ ہے۔ کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت حفصہ سے کوئی راز بیان فرمایا۔ اور انھوں نے
وہ راز حضرت عائشہؓ سے کہہ دیا۔ اور بذریعہ وحی آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو افشائے راز کی خبر دی گئی۔
آپ نے حضرت حفصہؓ سے اس کی باز پرس کی اسی پر یہ آیتیں نازل ہوئیں۔
وہ راز کی بات کیا تھی۔ اس کے متعلق روایات مختلف ہیں۔ ایک روایت یہ ہے۔ کہ ایک مغافیر ایک قسم

شہد ہوتا ہے۔ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم اس کا استعمال فرمایا کرتے تھے۔ اور آپ کی ازواج مطہرات کو پسند نہ تھا۔ حضرت حفصہ سے آپ نے فرمایا کہ اب میں اس شہد کا کبھی استعمال نہ کروں گا۔ اور ایک روایت میں ہے۔ کہ حضرت حفصہ کے مکان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ماریہ قبطیہ سے خلوت فرمائی۔ یہ امر حضرت حفصہ کو ناگوار گذرا۔ تو آپ نے ان سے فرمایا۔ کہ اچھا اب میں ماریہ کو اپنے اوپر حرام کئے لیتا ہوں۔ اور ایک روایت میں ہے۔ کہ آپ نے حضرت حفصہ سے یہ بیان کیا تھا۔ کہ میرے بعد ابوبکر خلیفہ ہوں گے۔ اور ان کے بعد عمر بن خطاب۔ ان تینوں روایات میں کوئی تعارض نہیں ہے۔ ممکن ہے۔ کہ یہ تینوں باتیں ایک ساتھ پیش آئی ہوں۔

یہ روایت حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق کے خلافت کی سنی وشیعہ دونوں کی کتابوں میں متعدد سندوں سے منقول ہے۔ چنانچہ کتب اہل سنت کے چند حوالے حسب ذیل ہیں۔ ازالۃ الخفا مقصد اول صفحہ ۳۰ میں ہے۔

عن بن عباس قال واللہ ان امارۃ ابی بکر وعمر لفی کتاب اللہ قال اللہ تعالیٰ واذ اسر النبی الی بعض ازواجہ حدیثا قال لحفصۃ ابوک وابو عائشۃ اولیاء الناس بعدی فایاک ان تخبری بہ احدا اخرجہ الواحدی ولہ طرق ذکر بعضھا فی الریاض النضرۃ۔

ترجمہ:- ابن عباس سے روایت ہے کہ وہ کہتے تھے۔ کہ خدا کی قسم ابوبکر و عمر کی خلافت کا ذکر اللہ کی کتاب میں ہے دیکھو اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے واذ اسر النبی الی بعض ازواجہ حدیثا۔ وہ بات یہ تھی۔ کہ آپ نے حضرت حفصہ سے فرمایا۔ کہ تمہارے والد اور عائشہ کے والد میرے بعد خلیفہ ہونگے۔ خبردار اس کو کسی سے بیان نہ کرنا۔ اس حدیث کی تخریج واحدی نے کی ہے۔ اسکی سندیں متعدد ہیں جن میں بعض ریاض النضرہ میں مذکور ہیں۔

پھر اس کتاب کے صفحہ ۲۴۹ میں ہے۔

عن عائشۃ فی قولہ واذ اسر النبی الی بعض ازواجہ حدیثا قال اسر الیھا ان ابابکر خلیفتی من بعدی وعن علی وابن عباس قالا واللہ ان امارۃ ابی بکر وعمر لفی الکتاب واذ اسر النبی الی بعض ازواجہ حدیثا قال لحفصۃ ابوک وابو عائشۃ والیا الناس بعدی فایاک ان تخبری بہ احدا وعن میمون بن مہران فی قولہ واذ اسر النبی الی بعض ازواجہ حدیثا قال اسر الیھا ان ابابکر خلیفتی من بعدی وعن حبیب بن ابی ثابت

حضرت عائشہ سے واذ اسر النبی الی بعض ازواجہ حدیثاً کی تفسیر میں منقول ہے کہ وہ راز یہ تھا۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ کہ ابوبکر میرے بعد میرے خلیفہ ہونگے۔ اور علی وابن عباس سے روایت ہے۔ کہ وہ دونوں کہتے تھے۔ اللہ کی قسم ابوبکر و عمر کی خلافت قرآن میں مذکور ہے۔ واذ اسر النبی الی بعض ازواجہ حدیثا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حفصہ سے فرمایا۔ کہ تمہارے والد اور عائشہ کے والد میرے بعد لوگوں کے والی ہونگے۔ خبردار اس کو کسی سے بیان نہ کرنا۔ اور میمون بن مہران سے واذ اسر النبی الی بعض ازواجہ حدیثا کی تفسیر میں مذکور ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ ابوبکر میرے بعد خلیفہ ہوں گے۔ اور حبیب بن

Scanned with CamScanner

وإذ أسر النبي إلى بعض أزواجه حديثا
قال أخبرها عائشة أن أباها الخليفة
من بعد أبيها وعن ابن عباس في قوله
وإذ أسر النبي إلى بعض أزواجه حديثا
قال أسر إلى حفصة بنت عمر أن
الخليفة من بعده أبو بكر ومن بعد
أبي بكر عمر وعن مجاهد في قوله
عرف بعضه وأعرض عن بعض قال
الذي عرف أمر مارية وأعرض عن
قوله إن أباك وأباها يليان
الناس من بعدي مخافة أن يفشو

یعنی ابن ثابت سے واذ اسر النبی الی بعض ازواجہ حدیثا کی تفسیر میں منقول ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ کو خبر دی تھی کہ تمہارے والد میرے بعد خلیفہ ہوں گے اور ان کے بعد حفصہ کے والد۔ اور ضحاک سے واذ اسر النبی الی بعض ازواجہ حدیثا کی تفسیر میں منقول ہے۔ کہ آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم حضرت حفصہ بنت عمر سے فرمایا کہ میرے بعد ابوبکر خلیفہ ہوں گے اور بعد ابوبکر کے عمر اور مجاہد سے عرف بعضہ واعرض عن بعض کی تفسیر میں منقول ہے کہ جس بات پر آپ نے باز پرس کی وہ ماریہ کا معاملہ تھا۔ اور جس بات سے آپ نے چشم پوشی کی وہ یہ تھی کہ اے حفصہ تمہارے والد اور عائشہ کے والد میرے بعد لوگوں کے والی ہوں گے یہ چشم پوشی اسلئے کہ بات زیادہ مشہور نہ ہو۔

اور کتب شیعہ میں ان کی سب سے زیادہ معتبر تفسیر قمی مطبوعہ ایران صفحہ ۳۵۲ میں ہے۔ کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حفصہ سے کہا۔

ان ابا بكر يلي الخلافة[۱] بعدي
ثم من بعده أبوك فقالت من
أنبأك هذا قال الله أخبرني

تحقیق ابوبکر والی خلافت ہوں گے۔ میرے بعد پھر ان کے بعد تمہارے والد حضرت حفصہ نے پوچھا کہ آپ کو یہ خبر کس نے دی۔ تو آپ نے فرمایا کہ اللہ نے مجھے خبر دی۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ حضرات شیخین کی خبر رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم پہلے ہی سے دے گئے تھے۔ اور یہ خبر آپ نے اپنی بی بی کو خوش کرنے کے لئے سنائی تھی۔ اور یہ نہیں ہو سکتا۔ کہ کسی ناجائز چیز کی خبر سنا کر آپ اپنی بی بی کو خوش کریں۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ حسب مشیت الٰہی کا حال معلوم ہو چکا۔ اور خدا آپ کو خبر دے چکا۔ کہ آپکے بعد شیخین خلیفہ ہوں گے۔ تو یہ ممکن نہیں۔ کہ آپ نے حضرت علیؓ کی خلافت کے متعلق ارشاد فرمایا ہو جس قدر روایتیں کتب شیعہ میں اس کے متعلق ہیں۔ ان سب کا جعلی ہونا اسی سے ظاہر ہے۔

ف :۔ ان آیتوں میں حق تعالیٰ نے ازواج مطہرات کو نصیحت فرمائی ہے۔ اور تعلیمی طرز میں ان پر عتاب کیا ہے۔ اور توبہ کا حکم دیا ہے۔ شیعہ اس پر بہت خوش ہوتے ہیں۔ اور حضرت حفصہؓ اور حضرت عائشہؓ کی برائی ثابت کرنے کے لئے اسی آیت کو پیش کر دیا کرتے ہیں۔ اس کے جواب میں پہلی بات تو یہ ہے۔ کہ اگر اس قسم کی تعلیمی باتوں سے طعن قائم ہو سکے۔ تو پھر اسی قرآن مجید سے نبیوں کی مذمت بھی ثابت ہو سکے گی بخصوصاً سید الانبیا

۱؎ مقبول احمد نے اپنے ترجمۂ قرآن صفحہ ۸۹۴ میں اس روایت کو نقل کیا ہے۔ مگر ترجمہ میں بڑی خیانت کی ہے لکھا ہے، آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے بعد ابوبکر خلیفہ بن بیٹھے گا۔ اور لفظ یلی کا ترجمہ بن بیٹھے گا کتنی بڑی جرأت ہے اللہ اکبر

Scanned with CamScanner

صلے اللہ علیہ وسلم کی جن کے متعلق اسی سورت میں فرمایا۔ کہ لم تحرم ما احل اللہ لک تبتغی مرضات اذواجک یعنی اے نبی آپ حلال چیز کو کیوں حرام کرتے ہیں۔ آپ اپنی بیبیوں کی رضامندی تلاش کرتے ہیں اور ایک دوسری جگہ فرمایا۔ اتخشی الناس واللہ احق ان تخشاہ یعنی کیا آپ آدمیوں سے ڈرتے ہیں۔ حالانکہ اللہ سے آپ کو ڈرنا چاہیئے۔ دوسری بات یہ ہے۔ کہ شیعہ جس لفظ پر زیادہ کود تے ہیں۔ یعنے فقد صغت قلوبکما۔ خدا کی قدرت یہ ہے۔ کہ اسی لفظ سے ازواج مطہرات کی منقبت بھی ثابت ہوتی ہے۔ اس لفظ سے صاف ظاہر ہے۔ کہ اس افشائے راز کی وجہ سے ان کے دل مائل ہو گئے۔ اس سے پہلے مائل نہ تھے۔ حالانکہ حسب عقائد شیعہ وہ پہلے ہی سے منافق تھیں۔ اور ان کے دل پہلے ہی سے بوجہ نفاق کے مائل تھے۔ معاذ اللہ من ذالک اس لفظ سے ان کے نفاق کی نفی ایسی واضح ہے۔ کہ اس کا انکار نہیں ہو سکتا۔ رہا دل کا مائل ہو جانا وہ کوئی ایسی بڑی چیز نہیں ہے۔ خود رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق قرآن مجید میں ارشاد ہے۔ کہ لولاان ثبتناک لقد کدت ترکن الیہم شیئا قلیلا
ازواج مطہرات کو ان آیتوں میں توبہ کا حکم دیا گیا ہے۔ تو ہر توبہ کے قبول فرمانے کا وعدہ ہے۔ مگر جس کو خصوصیت کے ساتھ توبہ کا حکم دیا جائے۔ اسکی توبہ کے قبول ہونے میں کوئی شک ہی نہیں ہو سکتا۔ لہذا تائبین کے جو فضائل قرآن مجید میں ہیں۔ ان کے لئے ثابت ہو گئے۔

اب رہی یہ بات کہ یہ کیسے معلوم ہوا۔ کہ انہوں نے توبہ کی یا نہیں۔ اس کا ثبوت بھی قرآن مجید سے ہوتا ہے۔ کیونکہ اس کے بعد ازواج مطہرات کی سخت آزمائش کی گئی۔ ایک طرف ان کو غیر محدود متاع دنیا کا وعدہ دیا گیا۔ اور دوسری طرف رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت رکھی گئی ہے۔ جب اس امتحان وہ کامل اتریں اور اس غیر محدود متاع کو انھوں نے ٹھکرا کر رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی زوجیت کو اختیار کیا۔ تو پھر ان کی شان میں آیت تطہیر نازل ہوئی۔ ان کو تمام ایمان والوں کی ماں کا خطاب دیا گیا۔ اور ان کی تمام جہان کی عورتوں سے افضل فرمایا گیا۔ اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی دائمی زوجیت کی خبر ان کو دی گئی۔ اس طرح کہ رسول کو ان کے طلاق دینے سے ممنوع کر دیا گیا۔ یہ سب مضامین آیات قرآنی میں مذکور ہیں۔ (دیکھیے تفسیر آیت تطہیر) اس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ اگر انھوں نے توبہ نہ کرلی ہوتی۔ تو یہ فضائل ان کے ہرگز نہ بیان فرمائے جاتے ؎

چشم بداندیش کہ برکندہ باد
عیب نماید ہنرش در نظر

ایک لطیفہ

قرآن مجید میں علاوہ تصریحات کے لطیف اشارات میں بھی صحبت نبوی کے اشارات کو بیان فرمایا گیا ہے۔ چنانچہ ایک لطیفہ ان لطائف میں سے ہدیۂ ناظرین ہے۔

سورہ نمل میں بذیل قصہ حضرت سلیمان علیہ السلام ارشاد ہوا ہے۔ قالت نملۃ یاایہا النمل ادخلوا مساکنکم لایحطمنکم سلیمان وجنودہ وھم لایشعرون۔ یعنی حضرت سلیمان علیہ السلام

کی طرح جب چیونٹیوں کے جنگل میں داخل ہوئی۔ تو ایک چیونٹی دوسری سے کہنے لگی۔ کہ دیکھو تم سب اپنے سوراخوں میں داخل ہو جاؤ۔ کہیں ایسا نہ ہو۔ کہ سلیمان اور ان کی فوج کے لوگ نادانستگی میں تم کو کچل دیں۔

امام فخرالدین رازی تفسیر کبیر میں لکھتے ہیں۔ کہ اس آیت میں حق تعالےٰ نے نبی کی صحبت کا اثر بتایا ہے۔ گویا چیونٹی سمجھتی تھی۔ کہ سلیمان کے لشکر کے لوگ دیدہ دانستہ ایک چیونٹی کو بھی نہ کچلیں گے۔ ہاں نادانستگی میں ان کے پاؤں کے نیچے کچل جائے تو ہو سکتا ہے لشکری اور فوجی لوگ عموماً بے رحم اور سفاک ہوتے ہیں۔ مگر سلیمان علیہ السلام کی صحبت نے ان میں یہ بات پیدا کر دی ہے۔ کہ اگر چیونٹی بھی ان کے پاؤں کے نیچے کچل جائے تو لایشعرون کی حالت میں دیدہ و دانستہ وہ ایسا نہیں کر سکتے۔

امام مذکور فرماتے ہیں۔ کہ جو لوگ ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کرام کو ظالم کہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ انہوں نے اپنے نبی کی بیٹی پر ظلم کیا۔ اور ظلم بھی ایسا جس کی نظیر دنیا میں کم ہوگی۔ یعنی ان کو مارا پیٹا اور حمل گرا دیا۔ وغیرہ درحقیقت وہ ایک چیونٹی سے بھی عقل میں کمتر ہیں۔ اگرچہ سلیمان بھی اصحاب نبی کا اسقدر ادب کرتی ہے۔ کہ چیونٹی کے کچل جانے کو بھی ان کی طرف منسوب کرتی ہے تو لایشعرون کی قید لگاتی ہے۔ اور یہ لوگ اس قسم سنگین مظالم صحابہ کرام کی طرف منسوب کرتے ہوئے ذرا باک نہیں کرتے۔ وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون

رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام حتیٰ کہ آپ کی ازواج مطہرات کی اسقدر عیب جوئی و بدگوئی بتا رہی ہے۔ کہ مذہب شیعہ کو جو کچھ عداوت ہے۔ وہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے ہے۔ ورنہ ہم دیکھتے ہیں کہ اپنے خانہ ساز ائمہ اور ان کے گھر والوں کے ساتھ وہ برتاؤ نہیں کرتے۔ اصحاب ائمہ میں باہم لڑائیاں بھی ہوئی ہیں ایک نے دوسرے سے ترک کلام بھی کر دیا ہے۔ مگر دونوں فریق کو شیعہ مانتے ہیں۔ دونوں کی تعظیم و تکریم کرتے ہیں اصحاب رسول پر تو معائب کا افترا کرتے ہیں۔ اور اصحاب ائمہ کے واقعی معائب پر بھی پردہ ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں۔

اصحاب رسول و ازواج رسول کے جو جو فضائل قرآن مجید میں وارد ہوئے ہیں۔ ان کی کوئی تاویل شیعوں سے نہیں ہو سکتی۔ اسلئے انہوں نے قرآن کو محرف کہا معمّا قرار دیا۔ اور خدا کے لیے بدا تجویز کیا۔ یہ سب کچھ ہوا۔ مگر کوئی ان کی عقل سلیم کے نزدیک قابل قبول نہ ہوئی۔

هٰذا آخر الکلام والحمد للّٰه رب العالمین
والصلوٰة والسلام علےٰ نبیه وآله اجمعین

سالِ تاریخ وفات حضرت علامہ مولانا قاضی نور محمد صاحب مرحوم مغفور

نتیجۂ فکر حضرت مولانا قاضی غلام محمد صاحب ھینڈیالی مدظلہم العالی

آہ بگذشت آں سایۂ اقبال از ما ناپدید — صد ہزاراں رنج و حسرتہا بجانِ ما رسید

گریہ ہا و نالہ ہا ارض و سما آغاز کرد — در ہمہ اطرافِ عالم بادہائے غم وزید

عالمِ علمِ شریعت ہادیٔ راہِ ھدیٰ — سروِ باغِ نقشبند و راہبرِ راہِ سدید

قاضی نورِ محمد حامیٔ توحیدِ حق — رخت ازیں دنیا بسوئے جنت الماوی کشید

منتظر بنشستہ بہرِ مقدمش رضوان و حور — سرد گشتہ نارِ سوزاں قائلِ ھل من مزید

بست و ششم ماہِ محرم بود ہنگامِ ضحیٰ — شد ملاقاتش بذاتِ اقرب از حبل الورید

سالِ تاریخِ وفاتش ہاتفم در گوش گفت

روحِ او "بارحمتِ خالق" بفضلِ حق رسید

۱۳۸۲ھ

مذاکرات

ناظرین کے علمی، ادبی، مذہبی اور تحقیقی سوالات کے لئے یہ صفحات مخصوص کئے گئے ہیں۔ صرف انہی سوالات کے جوابات دیئے جائیں گے، جو ماہنامہ تعلیم القرآن کے اغراض و مقاصد کے مطابق ہوں گے۔ سوالات مختصر اور خوش خط لکھے ہوئے ہونے چاہئیں۔ جوابات حسب گنجائش دیئے جائیں گے۔ جن سوالات کے جوابات اس شمارہ میں نہیں۔ وہ اگلے شمارہ میں ملاحظہ فرمائیں۔ (ادارہ)

سوال نمبر ۱۵۳

مہندی لگانا مرد کے لئے جائز ہے۔ یا ناجائز۔ وبگر عورت کے لئے مشروط ہے یا حسب
"زید یہ کہتا ہے۔ کہ آدمی کے لئے بطور علاج مہندی پاؤں پر ہی نہیں۔ بلکہ ہتھیلی پر بھی
اور بکر کہتا ہے۔ کہ میں نے بزرگوں سے سنا ہے۔ کہ مہندی مرد مسلم کے لئے کسی حالت میں بھی جائز نہیں۔ یہ مطلقاً ح
ہے۔ اسے علاج کے بھی استعمال نہیں کرنا چاہیئے۔ بلکہ کوئی اور ہی علاج تجویز کرنا چاہیئے۔
صورت مذکورہ میں زید حق پر ہے یا بکر

السائل:۔ حافظ بشیر احمد کولوی۔ مدرس تعلیم الاسلام شاہ عالم مارکیٹ لاہو

الجواب ۱۵۳ واللہ الموفق للصواب

مرد کے لئے ہاتھ اور پاؤں پر مہندی لگانا منع ہے۔ کیونکہ عورتوں
مشابہت ہوتی ہے۔ شامی میں ہے۔ لا ید یہ و رجلیہ فانہ
للتشبہ بالنساء۔ اور اگر علاج کے طور پر مہندی ہاتھوں اور پاؤں پر لگاتی ہے۔ تو بایں شرط کہ یہی علاج متعین
اس کا بدل مباح علاج نہ ملے اور یہ بقول طبیب و معالج متدین یا اور ماہر فن کے ثابت ہو جائے لگا
جیسا کہ ممنوع الاستعمال اشیاء کے متعلق فقہاء کرام لکھتے ہیں۔ فتاوی ہندیہ میں ہے۔ اذا اخبرہ طبیب
ان شفاءہ فیہ ولم یجد من المباح ما یقوم مقامہ۔ اور یہ تفصیل اس صورت کی
کہ سارے ہاتھ یا پاؤں پر مہندی لگائی جائے یا بعض پر مگر ایسے طریقے سے کہ موجب زینت اور تشبہ بالنساء
ہو۔ اور اگر پاؤں یا ہاتھوں پر کسی آبلہ پر تھوڑی سی مہندی رکھ دی یا کسی دوسری بیماری کی وجہ سے مقام
مہندی لگا دی ایسے طریقے پر کہ نہ موجب زینت ہے نہ تشبہ بالنساء ہے۔ تو منع نہیں ہے۔ اور عورتوں
لئے مطلقاً درست ہے۔ ہذا ما عندی واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب (عبدالرشید مفتی دارالعلوم تعلیم القرآن راول

سوال نمبر ۱۵۴

کہ لفظ طفیل اور توسل و وسیلہ میں کیا فرق ہے۔ یا دونوں کے ایک ہی معنی ہیں۔
کہنا کہ فلاں بزرگ کے طفیل سے یا اللہ میرا فلاں کام کر دے نیز تشریح فرماد

والا لفظ سمجھدار اور جاہل دونوں کہہ سکتے ہیں۔

(سائل محمد امین از گلیال)

الجواب ۱۵۴ واللہ الموفق للصواب

لفظ طفیل اور وسیلہ مقام توسل میں جب استعمال ہوں۔ تو عرفاً ان میں کوئی فرق نہیں ہے۔ جو آدمی عقیدہ درست رکھتا ہو اور یہ یقین رکھتا ہو۔ کہ میری پکار کو سننے والا صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ اسکی مرضی ہوئی۔ تو قبول کرے گا۔ اور میری حاجت برلائے گا۔ ورنہ توسل کا کوئی اثر نہیں ہے۔ تو وہ ان الفاظ کو کہہ سکتا ہے۔ مگر یاد رہے کہ مسنون طریقہ توسل کا جو آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے احادیث میں وارد ہے اعمال صالحہ سے یا اسماء حسنیٰ سے ہے۔ اور قرآن کریم میں بھی جس توسل کا ذکر ہے۔ وہ اعمال صالحہ اور اسماء حسنیٰ ہی سے ہے جیسا نچہ پارہ چھٹا سورہ المائدہ ع کی ابتدا میں ارشاد ہے يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللهَ وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ وَجَاهِدُوا فِي سَبِيلِهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ. اے ایمان والو! ڈرتے رہو اللہ تعالیٰ سے اور ڈھونڈو اس تک وسیلہ اور لڑائی کرو اس کی راہ میں شاید تمہارا بھلا ہو۔ (شاہ عبدالقادرؒ) اس آیت میں جس وسیلہ کے ڈھونڈنے کا امر وارد ہے۔ وہ "قربت بطاعۃ اللہ" ہے یعنی اللہ کے نزدیک ہونا۔ اسکی تابعداری سے جیسا نچہ سب مفسرین حضرات نے یہی معنیٰ لیا ہے۔ مثلاً جامع البیان فی تفسیر القرآن میں ہے ای القربۃ بطاعتہ یعنی نزدیک ہونا اس کی طاعت سے۔ بیضاوی میں ہے ای ما تتوسلون بہ الی ثوابہ والزلفی منہ من فعل الطاعات وترک المعاصی من وسل الی کذا اذا تقرب الیہ الخ یعنی آیت مذکورہ میں وسیلہ سے مراد وہ چیز ہے جس سے انسان اللہ تعالیٰ کی نزدیکی کا مرتبہ اور ثواب حاصل کرے اور وہ طاعات ہیں۔ اور گناہوں کا ترک کرنا ہے۔ معالم التنزیل میں ہے ای القربۃ الخ خازن میں ہے یعنی اطلبوا الیہ التقرب بطاعتہ بما یرضی الخ یعنی وابتغوا الیہ الوسیلۃ۔ کا معنی یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کی طرف نزدیکی طلب کرو۔ ایسے کام کرکے جو اس کو پسند ہوں۔ اور جن بڑے کاموں سے وہ ناراض ہوتا ہو۔ تفسیر حسینی میں ہے۔ بطلبید بدو وسیلہ یعنی آنچہ توسل بداں کردہ شود در طلب قربت بحضرت او دگر جامع دریں باب آں است کہ وسیلہ کل در تقرب بحضرت الٰہی ملاحظہ اوامر و نواہی است الخ اس کا حاصل بھی یہی ہے کہ وابتغوا الیہ الوسیلۃ کا معنیٰ یہ ہے۔ کہ اس کے اوامر و نواہی کا خیال رکھا جائے۔ اور اعمال صالحہ سے اسکی نزدیکی حاصل کی جائے اس طرح ہر ایک تفسیر میں ہے۔ ان تفاسیر کا حوالہ صرف اس خاطر دیا گیا ہے۔ کہ عام طور پر ہر ایک کو دستیاب ہو سکتی ہیں۔ اور ہر کوئی ان کو دیکھ سکتا ہے الحاصل باتفاق مفسرین حضرات اس آیت میں جس وسیلہ کا امر کیا گیا ہے۔ وہ تقرب بالطاعۃ ہے۔ جو اعمال کے قبیلہ سے ہے اور قرآن کریم کے اندر متعدد آیات کریمہ ہیں جن کے اندر اس وسیلہ کا ذکر ہے۔ ان کو نقل کرنا بغرض اختصار ترک کیا گیا ہے اور صرف اس ایک آیت پر اکتفا کیا گیا ہے اور احادیث نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں بھی اس کا ذکر موجود ہے۔ منجملہ ان کے وہ روایت ہے جس میں غار والوں کا ذکر ہے۔ کہ ہر ایک نے ان میں سے اپنا خالص عمل ذکر کرکے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کو اس مصیبت سے نجات دی۔ جیسا کہ بخاری شریف میں موجود ہے۔ یہ ہے وسیلہ بالاعمال جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام میں اور پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے کلمات طیبات میں ظاہر فرمایا۔ اور یہی وہ وسیلہ ہے۔ [illegible] طریقہ توسل کا۔ اسماء حسنیٰ ہے جس کا ذکر اس آیت میں ہے

وَلِلّٰهِ الْاَسْمَاءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ۔ اللہ ہی کے ہیں نام اچھے ہیں پکارو
اس کو انہی سے اگر تم اس کی عبادت کرتے ہو۔ اس آیت کریمہ کے تحت مفسرین حضرات وہ حدیث ذکر کرتے ہیں
جس میں یہ آتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام ہیں۔ جو کوئی ان کے واسطے سے دعا مانگے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کی
دعا قبول فرمائیں گے۔ تو معلوم ہوا۔ کہ آیت مذکورہ سے ان حضرات نے یہی سمجھا کہ توسل اسماء حسنیٰ
اس میں مذکور ہے۔ اور کئی روایات احادیث کی کتابوں میں مذکور ہیں جن میں اسمائے حسنیٰ سے توسل کیا گیا
جیسا کہ بخاری اور مسلم کی روایت میں ہے۔ کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم غم کے وقت اس ذکر سے دعا مانگا کرتے تھے
لا الہ الا اللہ العظیم الحلیم لا الہ الا اللہ رب العرش العظیم لا الہ الا اللہ رب السموات ورب الارض رب العرش الکریم
نیز ابوداؤد کی روایت ہے۔ کہ صبح کے وقت یہ دعا پڑھی جائے۔ اصبحنا واصبح الملک للہ رب العالمین
اللّٰهم انی اسئلک خیر هذا الیوم فتحه ونصره ونوره وبرکته وهداه واعوذ
بک من شر ما فیه ومن شر ما بعده ۔ اور پھر شام کے وقت بھی۔ نیز حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ترمذی اور
ابوداؤد اور نسائی اور ابن ماجہ میں ہے۔ فرماتے ہیں۔ کہ میں آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مسجد میں بیٹھا ہوا
تھا کہ ایک آدمی نماز پڑھ رہا تھا۔ پھر اس نے یہ دعا مانگی۔ اللّٰهم انی اسئلک بان لک الحمد لا اله الا
انت الحنان المنان بدیع السموات والارض یا ذا الجلال والاکرام یا حی یا قیوم
تو حضرت نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ دعا اللہ باسمه الاعظم الذی اذا دعی به اجاب واذا
سئل به اعطی۔ یعنی اس نے اللہ تعالیٰ کے بہت بڑے نام کے واسطے سے دعا مانگی ہے۔ یہ وہ نام ہے کہ
جس کے واسطہ اور وسیلہ سے جب اس کو پکارا جائے تو اجابت کرتا ہے۔ اور جب اس کے واسطہ اور وسیلہ
سے مانگا جائے تو دیتا ہے۔ الغرض کتب احادیث میں کتاب الدعوات موجود ہے۔ اور حضرت نبی اکرم صلے
اللہ علیہ وسلم کی دعائیں جو آپ خود کرتے تھے۔ یا دوسرے کو ارشاد فرماتے تھے۔ یا ان کی تصویب فرماتے تھے۔ بکثرت
موجود ہیں۔ ان کو پڑھنے اور دیکھنے سے خود معلوم ہوگا کہ توسل اللہ کے اسماء حسنیٰ سے کس درجہ پر مذکور ہے ان میں توسل
بذوات الصالحین کا ذکر نہیں ملے گا۔ الا بعض روایات ہیں کہ وہ بمقابلہ دوسری روایات کے مثل نہ ہونے کی ہیں اور
پھر وہ اپنے مفہوم کے لحاظ سے معروف اور مروج طریقہ توسل بالذوات کو متعین بھی نہیں کرتیں۔ یہ قرآن کریم اور احادیث
کی رو سے اس مسئلہ کے متعلق گفتگو تھی۔ اور فقہاء کرام نے بھی اس مسئلہ کے متعلق بحث کی ہے۔ جیسے کہ کتب فقہ
کے دیکھنے سے معلوم ہوگا۔ درمختار میں ہے۔ وفی التاتارخانیة معزیا للمنتقی عن ابی یوسف عن
ابی حنیفة لا ینبغی لاحد ان یدعو اللہ الا به والدعاء المأذون فیه المأمور
به ما استفید من قوله تعالیٰ ولله الاسماء الحسنیٰ فادعوه بها۔ اور علامہ شامی لکھتے ہیں
قوله الا به ای بذاته وصفاته واسمائه یعنی امام ابویوسف امام ابوحنیفہ سے روایت کرتے
ہیں۔ کہ انہوں نے فرمایا ہے۔ کہ کسی کو نہیں مناسب کہ اللہ تعالیٰ سے کسی کے وسیلہ سے دعا مانگے۔ مگر اس کی ذات
کے وسیلہ سے اور صفات واسماء کے وسیلہ سے" کس قدر صراحت سے امام ابوحنیفہ رح کا قول ہے۔ کہ بغیر اس کی
ذات اور صفات اور اسماء کے وسیلہ کے اور کسی کو اس کے سامنے دعا میں وسیلہ لانا نہیں چاہیئے

مشائخ طریقت کی کلاموں سے اس مسئلہ کا حکم معلوم کیا جائے تو ان کی کلاموں سے بھی یہی معلوم ہوگا۔ کہ حقیقتاً اس کے آگے وسیلہ بھی دی ہے۔ اور ان کی نظروں میں وسائل کا کچھ اعتبار نہیں ہے۔ چنانچہ زیر آیت وابتغوا الیہ الوسیلۃ کے تفسیر حسینی میں ہے۔ پیر طریقت شیخ الاسلام خواجہ عبداللہ انصاری قدس سرہ العزیز گفت کہ الٰہی وسیلہ تو ہم توئی اگر کسے ترا بطلب یافت من خود طلب از تو یافتم" یعنی اے اللہ تیری طرف وسیلہ بھی تو خود ہی ہے" حتیٰ کہ طلب بھی واسطہ نہیں ہے۔ کیونکہ طلب بھی تو تیری ہی طرف سے ہے۔ اگر کسی نے تجھے طلب سے پایا ہے۔ تو میں نے طلب بھی تجھ سے ہی پائی ہے) سبحان اللہ کیا باریک مسلک ہے کہ بندہ اور مالک کے درمیان معمولی سا حجاب بھی نہیں رہتا ہے۔ جو اشخ تکوینیہ میں بوقت دعا وسیلہ پکڑنے کے متعلق قرآن کریم اور حدیث کا حکم اور فقہائے کرام مشائخ طریقت کا مسلک یعنی اعمال اور اسماء حسنیٰ سے توسل، رہا ذات کا توسل تو اس میں امام ابن تیمیہ کا اختلاف بھی ہے اور سلف میں اس کا معمول یہ ہوتا بھی چنداں ثابت نہیں ہے اور بہرحال اور بلفظہ درست بھی نہیں ہے۔ بعض الفاظ کو فقہاء کرام نے منع کیا ہے۔ فلہذا اسکی جگہ ماذون فیہ اور ماموربہ قرآن وسنت سے جو طریقہ ثابت ہے وہی اختیار کرنا مناسب ہے اور اگر بہ شروط خاصہ کوئی یہ توسل بھی اختیار کرے گا۔ تو اس کو بھی کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ مگر حقیقت یہ ہے۔ جو ذکر دی گئی۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

(عبدالرشید مفتی دارالعلوم تعلیم القرآن راجہ بازار راولپنڈی)

سوال نمبر ۱۵۵

گاؤں میں سابقہ جمعہ پر ایک مولوی صاحب جمعہ پڑھانے کی دعوت دی گئی۔ مولوی صاحب نے منبر پر تشریف لاتے ہی پہلے تو اذان دلوا دی۔ بعد میں مولوی صاحب نے بعد تعوذ وتسمیہ وصلوٰۃ وسلام کے اما بعد کہہ کر قرآن پاک کی دو یا تین آیتیں تلاوت فرمائیں۔ اور ان کی تفسیر کرنے کے لیے کچھ تمہیدی طور پر بیان کیا۔ بعدہٗ تھوڑے بیٹھ گئے۔ اور کھڑے ہو کر تلاوت کی ہوئی آیتوں کا ترجمہ اور تفسیر اپنے خیال کے مطابق شروع کر دی بعض حضرات نے اعتراض کر دیا۔ کہ عربی زبان میں خطبہ نہیں پڑھا گیا۔ یہ نماز ہی نہیں ہوئی اور بعض نے کہا۔ کہ خطبہ میں حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور آپکی آل واصحاب کا نام نہیں لیا گیا۔ اس لئے نماز ظہر پڑھ لو۔ اب تک یہ مسئلہ متنازعہ فیہ ہے۔ اور مولوی صاحب کہتے ہیں۔ کہ اس تقریر کو ہی خطبہ کہا جاتا ہے۔ اب اسی تنازعہ کے مٹانے کے لئے جلد از جلد جناب کی طرف سے فتویٰ کی اشد ضرورت ہے۔ بڑی مہربانی ہوگی۔ اگر آئندہ اشاعت تعلیم القرآن میں یہ سلسلہ درج فرما دیں۔

(مولوی عبدالحفیظ ساکن کھٹہ عالیہ۔ ضلع گجرات)

الجواب ۱۵۵ واللہ الموفق للصواب

صورت مذکورہ میں نماز تو ہو گئی۔ مگر آئندہ ایسا نہ کریں۔ مسنون طریقہ خطبہ کا یہ ہے کہ پہلے خطبہ میں حمد وثنا اور شہادتین وصلوٰۃ کے بعد قرآن کریم کی آیات تلاوت کرے اور وعظ وغیرہ کرے۔ جو آیتیں تلاوت کی ہیں۔ ان کی تفسیر وغیرہ کرے۔ خواہ اپنی زبان میں کرے اور دوسرے خطبہ میں حمد وثنا اور شہادتین وصلوٰۃ پڑھے۔ اور کچھ آیات بھی تلاوت کرے اور بجائے وعظ کے مسلمانوں کے لئے دعا مانگے۔ نیز مناسب ہے۔ کہ خلفائے راشدین اور آل حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچوں کا بھی ذکر کرے جیسا کہ معمول ہے اور صورت مذکورہ فی السوال میں خطیب صاحب نے جو خطبہ ثانیہ میں آیات کی تفسیر کی

یہ خلاف طریقہ مذکورہ کے ہے مگر چونکہ زبان میں ان کی تغیر کرنا باعث جرم نہیں ہے۔ ایسا کیا جاسکتا ہے اور نماز کی صحت میں تو قطعاً حرج نہیں ہے۔ ویسے والسنۃ خلاف سنت کرنا موجب گناہ ہے۔ اور نماز بھی ہیں ایسا کرنے میں امید معافی کی ہے۔ اور بعد علم بوجہ سنت کے احتراز لازم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

(عبدالرشید مفتی دارالعلوم تعلیم القرآن راجہ بازار راولپنڈی)

سوال نمبر ۱۵۶

۱۔ ہرن کی قربانی جائز ہے یا نہیں ہے بالفرض ایک آدمی قربانی کے لئے ہرن ذبح کرتا ہے کیا فریضہ قربانی ذمہ سے ساقط ہو گا یا نہ

۲۔ مسبوق کو اپنی باقی ماندہ نماز میں قرأۃ پڑھنا لازم ہے یا نہیں اگر لازم ہے تو فاتحہ بعد سورت یا صرف فاتحہ

۳۔ فجر کی سنتوں کے بعد اور فرضوں سے قبل نوافل یا قضا پڑھنا درست ہے یا نہیں۔

۴۔ چلتی گاڑی میں جگہ نہ ملنے کی وجہ سے بیٹھ کر نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں بالفرض اگر نماز کھڑے ہو کر پڑھتا ہے۔ مگر رخ سینہ سمت بیت اللہ سے بدل جاتا ہے۔ تو اس حالت میں نماز ادا کرے یا قضا

۵۔ کیا فرماتے ہیں علماء کرام کہ طوطا حرام ہے یا حلال۔ اگر حرام ہے تو کس دلیل سے اور اگر حلال ہے تو کس دلیل سے بعض کتابوں میں حلت کی تائید بادلیل پائی جاتی ہے۔ تفصیل فرما کر اختلافی نزاع کو رفع فرمائیں۔

۶۔ کوئی شخص بھینس گائے بیاہی پر دیتا ہے۔ بایں شرط کہ جب گابھن ہو گی۔ تو قیمت کر کے نصف و نصفی تقسیم کریں گے اس صورت پر کرایہ لے یا جنس دینا جائز ہے یا نہیں

۷۔ کرایہ پر گائے یا بھینس لینا یا دینا جائز یا نہیں۔ بایں تفصیل کے ایک ماہ دودھ دیا تو کر مبلغ پچاس روپے ادا کرو گے

۸۔ ہمارے ملک میں فصل کپاس زیادہ ہوتی ہے۔ ابھی تک کپاس بونے کا نام و نشان بھی نہیں۔ مگر بیع کپاس بر سودا کی مبلغ عشرہ روپے فی من کے حساب سے آیا یہ بیع سلم ہے یا نہیں۔ اگر نہیں۔ تو مذکورہ معدوم شئے کی بیع جائز ہے یا ممنوع ؟

۹۔ بائع اور مشتری برضا طے کرتے ہیں۔ کہ ابھی گندم لے کر استعمال کرو۔ اور نرخ جو چھ ماہ کے بعد ہو گا۔ وہی فکس کیا جائے گا۔ درست ہے یا نہیں۔

۱۰۔ بائع کہتا ہے۔ کہ فلاں چیز خریدو گے۔ تو مبلغ عشرہ من کے حساب سے ہے۔ اور اگر ادھار خرید گے تو مبلغ بارہ روپے من کے حساب سے ہے جائز ہے یا نہیں۔

الجواب ۱۵۶ واللہ الموفق للصواب

۱۔ ہرن خالص کی قربانی کرنے سے فریضہ قربانی ادا نہیں ہوتا۔ کیونکہ قربانی میں گھریلو جانور کا ہونا ضروری ہے۔ (خواہ ماں کی طرف سے ہی ہو) چنانچہ درمختار میں ہے۔ ومحلها ذبح ما يجوز ذبحه من النعم لا غير الخ

(هذا من عندي والله تعالى اعلم بالصواب)

۲ - مسبوق اپنی رہی ہوئی نماز میں بحکم منفرد ہے فلہذا تعوذ و ثنا و قرأت اسکو کرنا پڑیگی - درمختار میں ہے - وھو منفرد حتی یثنی ویتعوذ ویقرء الخ (واللہ اعلم بالصواب)

۳ - اس وقت میں نوافل پڑھنا تو درست نہیں ہیں - البتہ قضا کر سکتا ہے درمختار میں ہے - وکذا الحکم من کراھۃ نفل وواجب لغیرہ لا فرض وواجب لعینہ بعد طلوع فجر سوی سنتہ الخ
ہذا من عندی واللہ تعالی اعلم بالصواب

۴ - چلتی گاڑی میں حتی الامکان کوشش کھڑا ہونے کی کرے - اگر گاڑی کے اندر ایسا ممکن نہ ہو - تو کسی ایسے اسٹیشن پر جہاں گاڑی چار یا پانچ منٹ کھڑی ہوتی ہو اور وقت ضائع نہ ہو - پڑھنے کی کوشش کرے - کہ فرض نماز تو قیام سے ادا ہو جائے - یا سوار ہونے سے پہلے ایسا کرے - کہ وقت ہوتے ہی قیام سے نماز ادا کر لے خواہ منفرداً وقت نہ ہوا ہو - الحاصل مسافر کو چاہیئے کہ پہلے یا آخر یا گاڑی کے اندر ہر حال میں فرائض کے ارکان میں حتی الامکان کوئی تبدل نہ ہونے دے - اور قیام ارکان میں سے ہے پس اسمیں تا بحد امکان کوتاہی نہ ہونے پائے - اور باوجود اہتمام و کوشش کے جب مجبور ہوگا - تو بیٹھ کر پڑھ سکتا ہے - ایسا ہی قبلہ کی طرف منہ کرنے کا ہے کہ حتی الامکان اس کو نہ چھوڑے - کہ جسمیں پانچ منٹ یا چار منٹ سمت نہ بدل سکے نگاہ رکھے - اور اس میں فرض ادا کر لے - یا جیسے قیام میں ذکر کیا گیا ہے - کسی اسٹیشن پر نیچے اتر کر پڑھ لے اور کم از کم فرائض قبلہ رخ ادا کرے اور اگر ایسا بھی ممکن نہ ہو - تو چلتی گاڑی میں قبلہ رخ ہو کر نماز کی نیت باندھ لے اور جس وقت معلوم ہو کہ سمت بدل گئی ہے - تو یہ بھی نماز کے اندر ادھر پھر جائے - اور اسی طرح جتنی بار سمت بدلے گی یہ بدلتا جائے - خواہ ہر رکعت میں بدلنا پڑے اور اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو جس طرح قادر ہو - اس طرح ادا کرے - وھذہ المسائل مذکورۃ فی مواضعھا من الدر المختار وحاشیہ رد المحتار وغیرھما من کتب الفقہ وترکت نقل العبارات ووجہ الاستنباط لعدم الفرصۃ وخوف التطویل واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب -

۵ - طوطا حلال ہے - اور دلیل یہ ہے - کہ یہ پرندوں میں سے ہے اور ذی مخلب (پنجہ سے شکار کرنے والا) نہیں ہے اور پرندوں میں سے ذی مخلب حرام ہے نیز اور کوئی وجہ حرمت کی مثل خباثت طبعی یا عارضی کے اسمیں موجود نہیں ہے - مردار اور گندگی کھانے والا بھی نہیں ہے پس یہ حلال ہے - درمختار میں ہے - ولا یحل ذو ناب یصید بنابہ فخرج نحو البعیر او مخلب یصید بمخلبہ ای ظفرہ فخرج نحو الحمامۃ یہ احناف کے مسلک ہے - اور امام شافعی رہ سے روایت حرمت کی ہے - جیسے علامہ شامی نے نقل فرمایا ہے - مگر بنا بر دلیل کے مسلک احناف کا قوی ہے - جیسے اوپر ذکر ہوا ہے - واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

۶ - یہ صورت اجارہ کی ہے اور قفیز طحان کے معنی میں ہے - فلہذا یہ جائز معلوم نہیں ہوتی - جیسا کہ درمختار میں ہے - ولو دفع غزلا لاخر لینسجہ لہ بنصفہ ای بنصف الغزل او استاجر بغلا لیحمل طعامہ ببعضہ او ثورا لیطحن برہ ببعض دقیقہ فسدت الکل لانہ استاجرہ الخ اور مشائخ بلخ نے عرف کا اعتبار کر کے جواز کا فتوی دیا ہے اور ان صور مذکورہ کو قفیز طحان سے خاص کیا ہے - مگر صاحب درمختار نے اسکی تردید کی ہے - ہذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب

۷ - یہ بھی اجارہ کی صورت ہے - اور اس میں استہلاک عین کا ہے فلہذا یہ بھی جائز نہیں ہے - شامی نے تاتارخانیہ سے نقل کیا

ہے۔ استاجر البقرۃ لیشرب اللبن اذکر ما لیأکل ثمرۃ الی من تا فھو فاسد کذا الخ ھذا ما عندی ۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

۸۔ جو کیفیت اس عقد کی تحریر ہے مطابق اس کے بیع سلم اس پر صادق نہیں ہے۔ اور بوجہ معدوم ہونے بیع کے اور مجہول ہونے اس کے بیع مطابق بھی نہیں ہے۔ فلہٰذا یہ جائز نہیں ہے۔ ہذا واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

۹۔ صحت بیع کے لئے شرعاً یہ شرط ہے کہ بیع اور ثمن معلوم ہوں اور صورت مذکورہ میں ثمن مجہول ہے۔ فلہٰذا یہ جائز نہیں ہے۔ در مختار میں ہے۔ شروط الصحتہ معرفتہ قدر مبیع وثمن ووصف ثمن الخ اھ مدرہ

۱۰۔ اگر نقد یا ادھار طے کر کے یہ تفاوت ہو۔ تو کوئی حرج نہیں۔ اور اگر عقد ان الفاظ سے ہوا ہو۔ تو بوجہ جہالت ثمن کے فاسد ہے۔ عالمگیری میں ہے۔ رجل باع علی انہ بالنقد حکذا وبالنسیئۃ حکذا او الی شہر حکذا او الی شہرین حکذا لم یجز کذا فی الخلاصۃ ھذا ما عندی واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

(عبد الرشید مفتی دار العلوم تعلیم القرآن راجہ بازار راولپنڈی)

سوال نمبر ۱۵۷

۱۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین وشرع متین۔ اس مسئلہ کے بارے میں کہ زلیخا عزیز مصر کی بیوی کا نکاح حضرت یوسف علیہ السلام سے ہوا ہے یا نہیں۔

۲۔ نیز مردوں کی روحیں گھر کو آتی ہیں یا نہیں۔ یا صرف بزرگوں کی روحیں آتی ہیں۔

سائل :۔ بندہ غلام جیلانی مظفر آبادی نوہر شریف ضلع راولپنڈی

الجواب ۱۵۷ واللہ الموفق للصواب

۱۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ زلیخا کا نکاح کسی صحیح اور قابل اعتماد روایت سے ثابت نہیں۔ اسکی مزید تحقیق کے لئے ملاحظہ ہو۔ ماہنامہ تعلیم القرآن بابت ماہ فروری و اپریل ۱۹۶۰ء

۲۔ روحوں کا خاص خاص راتوں کو گھروں میں آنا جیسا کہ جہلا میں مشہور ہے۔ شریعت میں اسکی کوئی اصل نہیں (۲) سلسلے میں جس روایت سے تمسک کیا جاتا ہے۔ وہ باطل اور بے اصل ہے۔ جیسا کہ امام بیہقی نے امام احمد بن حنبل سے نقل کیا ہے۔ قال البیہقی فی مناقب احمد سئل عنہ احمد فقال باطل لا اصل لہ (موضوعات کبیر علامہ قاری ص۶۶) اور امام نووی فرماتے ہیں۔ فی سندہ کذاب متھم وواضع مجرم فتح اللہ من وضعہ ولا بورک مصنفہ (ایضاً) مزید تحقیق کے لئے دیکھئے ماہنامہ تعلیم القرآن شمارہ ماہ اپریل سنہ ۱۹۶۰ء۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب　　احقر سجاد عفا اللہ عنہ

سوال نمبر ۱۵۸

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک آدمی عرصہ ۱۱ برس سے مفقود ہے بلکہ

Scanned with CamScanner

برس کے بعد اسکی تلاش شروع کی۔ اور ملک کے اخبارات میں بھی اعلانات دئیے۔ مگر کوئی پتہ نہ چلا۔ ان سب حالات کو دیکھ کر ضلع کے حاکم نے فیصلہ دیدیا۔ کہ عورت دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ عندالشرع نکاح ہو سکتا ہے یا نہیں۔ نیز مفقود آدمی کا باپ ہر دو برس یا تین برس کے بعد یہ مشہور کر دیتا ہے کہ میرا بیٹا زندہ ہے۔ کبھی کہتا ہے کہ قندھار میں گرفتار ہے۔ پھر ایک سال کے بعد کہتا ہے۔ جاپان میں نوکر ہے۔ کبھی کہتا ہے کہ جرمن میں ہے۔ کبھی کہتا ہے۔ فلاں علاقہ میں ایک قبر پر مجاور ہے۔ یہ محض ایک دنیاوی مفاد کے لئے کہتا ہے۔ کہ بیٹے کی بیوہ کہیں نکاح نہ کر لیوے۔ اور میرا دنیاوی مفاد فوت نہ ہو جائے۔ اس کے متعلق شرعاً کیا حکم ہے۔ بینوا و توجروا۔

سائل محمد افضال حسینی بمقام علاقہ بھوگرمنگ ضلع ہزارہ۔

الجواب ۱۵۸ واللہ الموفق للصواب

زوجہ مفقود کے متعلق بنا بر مذہب امام مالک علیہ الرحمۃ فتوی دیا گیا ہے۔ مگر مطابق مذہب ان کے اسکی تفصیل یہ ہے۔ کہ عورت کسی حاکم کی عدالت میں جب مرافعہ کرے گی۔ تو اولاً شہادت شرعیہ اس کے ساتھ اپنا نکاح ثابت کرے گی۔ ازیں بعد گواہوں سے اس کا لاپتہ ہونا ثابت کرے گی۔ بعد ازاں حاکم بطور خود بھی ہر ذریعہ سے اسکی تفتیش اور تلاش کرے۔ جب اسکی خبر موت اور حیات سے بالکل مایوس ہو جائے۔ تو عورت کو مزید چار سال انتظار کا حکم کرے پھر اگر ان چار سال کے اندر بھی باوجود تفتیش اور تلاش کے کچھ پتہ نہ چلے اور چار سال پورے ہو جائیں۔ تو اس کو مردہ تصور کیا جائے۔ اور موت کا حکم کیا جاوے بعد ازیں عورت چار مہینے اور دس دن عدت وفات کی گذار کر دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے۔ خلاصہ یہ کہ بلحاظ امور دیگر یہ امر بھی ہے۔ کہ بعد از مرافعہ چار سال گذر جانے کا اعتبار ہے۔ اور فیصلہ مذکور میں چونکہ یہ ترتیب نہیں ہے۔ فلہذا وہ شرعی فیصلہ نہیں ہے اور عورت کو شرعاً دوسری جگہ نکاح کرنے کی اجازت نہیں ہے اور پہلا نکاح تا حال قائم ہے۔ ہذا ما عندی واللہ تعالیٰ اعلم۔ رحیم الرشید مفتی دار العلوم تعلیم القرآن راجہ بازار راولپنڈی الجواب صحیح قاضی غلام مصطفےٰ اعفی عنہ خادم دار العلوم تعلیم القرآن راولپنڈی۔ الجواب صواب محمد انور شاہ مدرس دار العلوم تعلیم القرآن راجہ بازار راولپنڈی

سوال نمبر ۱۵۹

ا۔ ماہنامہ تعلیم القرآن جنوری ۱۹۶۳ء میں جناب عبد الرحمن صاحب لدھیانوی ایم۔ اے پرنسپل عثمانیہ کالج شیخوپورہ کا "توحید باری تعالےٰ" کے عنوان سے ایک مضمون مسطور ہے مضمون نہایت ہی بلند پایہ اور بلحاظ دلائل وزنی ہے۔ مگر صفحہ آخری سے ماقبل کی سفر میں آپ "توحید اسلام کی شکیل" بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ "توحید سے جہاں انسان کو اپنے مرتبہ کا پتہ لگ جاتا ہے وہاں مالک الملک۔ رب الارباب خالق کل کی عظمت وجبروت کا صحیح نقشہ بھی ذہن میں جم جاتا ہے۔ کہ جس طرح یہ ...

سوا دوسرے پیروں ، بڑے قطب کے علاوہ دوسرے اقطاب اور سب سے بڑے سلطان کے باوجود
سلاطین کا وجود بالکل درست اور صحیح ہے۔ اسی طرح بڑے پیر سے چھوٹے پیروں بڑے قطب
چھوٹے اقطاب اور سب سے بڑے سلطان سے چھوٹے سلاطین کی کسی حد تک مماثلت بھی مسلم ہے
بعینہٖ موصوف کی یہ ترکیب (رب الارباب) پڑھ کر مجھے شبہ ہو رہا ہے۔ کہ مندرجہ بالا الفاظ کی مانند
ایک تو بڑا رب ہے۔ اور بعض چھوٹے رب بھی ہیں۔ اس کلمہ "رب الارباب" کی رُو سے جن کا تسلیم
لازمی امر ہے۔ پھر ارباب کی رب سے مماثلت بھی ایک ناگزیر امر ہے۔ اسلئے ہم کو ان کی بھی اطاعت
اور عبادت بحیثیت "ارباب" ضروری ہے۔

مہربانی فرما کر اس جملے کے استعمال کے جواز اور عدم جواز پر روشنی ڈالیں۔

سائل :- محمد صدیق گورایہ ہیڈ ماسٹر پرائمری اسکول مالو مہے ضلع سیالکوٹ

الجواب ۱۵۹ واللہ الموفق للصواب

لفظ رَبّ حقیقت میں اللہ تعالیٰ کی صفت ہے جس مفہوم اور جن معنوں کے اعتبار سے یہ لفظ اللہ کی صفت ہے
اس اعتبار سے اس کا اطلاق غیر اللہ پر جائز نہیں۔ یعنی حقیقی پرورش کرنے والا اور حقیقی مالک اس معنی کے
اعتبار سے صرف اللہ تعالیٰ ہی رب العالمین اور رب السموات والارض ہے۔ کسی اور کو ان صفتوں سے
موصوف کرنا جائز نہیں۔ لیکن مجازاً اس لفظ کا اطلاق غیر اللہ پر بھی ہوتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے
مصر نے قید خانہ میں حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس اپنا نوکر بھیجا۔ تاکہ وہ ان کو بلا لائے۔ تو حضرت
علیہ السلام نے اسے جواب دیا۔ ارْجِعْ اِلٰی رَبِّكَ فَاسْئَلْهُ مَا بَالُ النِّسْوَةِ اللَّاتِي قَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ
اِنَّ رَبِّي بِكَيْدِهِنَّ عَلِيْمٌ۔ یعنی اپنے رب (مالک مجازی مراد عزیز مصر ہے) کے پاس واپس جا
اس سے ان عورتوں کا حال پوچھو جنہوں نے اپنے ہاتھ کاٹ لیے۔ تو بیشک میرا رب ان کے مکر سے بخوبی
اس آیت میں عزیز مصر کو مجازاً رب کہا گیا ہے۔ اور کہنے والا بھی کوئی معمولی آدمی نہیں۔ بلکہ حضرت یوسف
جلیل القدر پیغمبر ہیں۔ اسی طرح رب الارباب کی ترکیب میں لفظ ارباب مجازی معنوں میں مستعمل
ہے۔ کہ دفع اشکال کے لئے اسقدر کافی ہوگا۔

احقر سجاد عفا اللہ عنہ

حاشیہ متعلقہ ص ۲۵

حضرت مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری کے بارے جس تحریر پر فریقین کے ذمہ دار حضرات نے
مولانا قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند کے سامنے راولپنڈی میں دستخط کئے تھے۔ اور جسے
اب خوب اچھال رہا ہے حضرت مہتمم صاحب موصوف دامت برکاتہم نے ۸ جولائی ۶۲ء کو بمقام لاہور اس تحریر کو
کر دیا ہے اور اس منسوخی کی تحریر لیکر حضرت مولانا خیر محمد صاحب مہتمم مدرسہ خیر المدارس ملتان کے حوالے کر دی ہے
اس بارہ میں دوبارہ تصفیہ کے لئے فریقین کو ۲۲ جولائی ۶۲ء کو ملتان پہنچنے کی دعوت دی ہے (ادارہ)

قدر و قیمت

تبصرہ کے لئے ہر کتاب کے دو نسخے آنے ضروری ہیں۔

القول السدید فی وجوب الجمعۃ وان وافقھا یوم العید۔ یہ ۱۸×۲۲/۸ سائز کے ۲۸ صفحات کا کتابچہ جو گوارا کتابت وطباعت کے ساتھ سفید عمدہ کاغذ پر چھپا ہے۔ مولانا حافظ عنایت اللہ صاحب اثری خطیب جامع اہل حدیث کی تالیفات میں سے ہے۔ اگر اتفاق سے عید جمعہ کے دن میں واقع ہو جائے۔ تو نماز جمعہ اور نماز عید کے بارے میں فقہا کے تین جداگانہ مسلک ہیں۔ ۱۔ جمعہ اور عید دونوں اپنی اپنی جگہ ادا ہونگے۔ ۲۔ عید پڑھ کر دیہاتیوں سے جمعہ ساقط ہے۔ شہریوں پر بدستور فرض ہے۔ ۳۔ عید پڑھ کر جمعہ شہریوں اور دیہاتیوں سب سے ساقط ہے۔ پہلے مسلک کو مؤلف نے اہل حدیث کی طرف منسوب کیا ہے۔ اور دوسرے کو حنفیہ، شافعیہ اور مالکیہ کی طرف اور تیسرے کو حنابلہ کی طرف۔ مؤلف نے اس کتابچہ میں پہلے مسلک کی تائید کی ہے۔ مگر وہ یہ بتانے سے قاصر رہے ہیں۔ کہ اہل حدیث سے ان کی مراد کیا ہے۔ موجودہ زمانے کے غیر مقلدین (جو اہل حدیث ہونے کے مدعی ہیں) سوائے تو تیسرے مسلک کے سالک ہیں۔ مؤلف موصوف اگر دو چار ان اہل حدیث بزرگوں کے نام گنا دیتے۔ تو قارئین کی معلومات میں اضافہ ہو جاتا۔ اور پھر اس مسلک اہل حدیث کی تائید میں ایک روایت بھی پیش نہیں فرمائی۔ البتہ تیسرے مسلک کے رد میں نہایت عمدہ مواد جمع کیا ہے اور ان کے تمام دلائل کا شافی جواب دیا ہے۔ صحیفہ اہل حدیث کراچی ۲۵ دسمبر ۱۹۵۳ء سے تیسرے مسلک کی ایک دلیل جس کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ نماز عید فرض عین ہے۔ اس لئے وہ مسقط جمعہ ہے۔ تاکہ فرض نمازوں کی تعداد چھ نہ ہو جائے (کتابچہ ص۵) محترم حافظ صاحب نے اس کا کتنا ہی اچھا الزامی جواب دیا ہے۔

"بصورت عید کے دن خواہ جمعہ ہو یا نہ ہو۔ اس روز نمازوں کی اعداد شماری (کسقدر ثقیل اور بے معنی ترکیب ہے صرف لفظ تعداد کافی تھا۔ س۔ ب) چھ تک ضرور ہوگی۔ الا یہ کہ ظہر کو بھی اس روز ساقط ٹھہرایا جائے۔

وکلاھما باطل (کتابچہ مذکور ص۶)

تعجب ہے کہ یہ لوگ نماز وتر کے (جس کے بارے میں نہایت تاکید وارد ہے) وجوب کے بھی قائل نہیں۔ اور نماز عید کو فرض قرار دے کر اسے مسقط جمعہ ٹھہرا رہے ہیں۔ حالانکہ جمعہ کی فرضیت نص قطعی سے ثابت ہے۔ اور نماز عید کی فرضیت پر کوئی قطعی دلیل قائم نہیں۔ کتابچہ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ دوسرا مسلک روایت اور درایت کے اعتبار سے نہایت مضبوط اور ٹھوس ہے۔ کتابچہ قابل مطالعہ ہے اور صرف چار آنہ ناظم انجمن اہل حدیث جامع مسجد اہل حدیث گجرات سے دستیاب ہو سکتا ہے۔

Scanned with CamScanner

ردِ بدعت

امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی کی تعلیمات کی روشنی میں۔ مولف پروفیسر محمد فرمان صاحب ایم اے
صفحات ۱۸×۲۲ سائز کے ۷۶ صفحات کاغذ اچھا۔ کتابت وطباعت گوارا۔ ٹائٹل دو رنگا۔ آرٹ پیپر قیمت ایک روپیہ پچاس پیسے۔ ملنے کا پتہ۔ مکتبہ مجددیہ نور پور شرقی۔ گجرات۔

جیسا کہ نام سے ظاہر ہے۔ فاضل مؤلف نے اس کتاب میں حضرت امام مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات کی روشنی میں بدعت کے مختلف پہلوؤں پر کلام کیا ہے۔ تمام اقتباسات حضرت مجدد رح کے مکتوبات سے لئے گئے ہیں۔ حضرت شیخ احمد سرہندی فاروقی رحمۃ اللہ علیہ جو مجدد الف ثانی کے لقب سے مشہور و معروف ہیں۔ بلاشبہ دین کے مجدد تھے۔ ان کی ساری زندگی دین کے احیاء کے لئے وقف تھی۔ انہوں نے اپنی زندگی میں سب سے زیادہ بدعت کے خلاف جہاد کیا ہے۔ آپ کے مکتوبات کا مطالعہ کرنے سے پتہ چلتا ہے۔ کہ وہ اپنے متوسلین کو اتباع سنت اور اجتناب از بدعت کی زیادہ سے زیادہ تلقین فرمایا کرتے تھے۔ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات کا خلاصہ یہی ہے۔ کہ اتباع شریعت کے بغیر انسان کو ولایت کا ادنیٰ درجہ بھی حاصل نہیں ہو سکتا۔

مؤلف موصوف نے مختلف عنوانات کے تحت مکتوبات کا نچوڑ ہدیۂ قارئین فرمایا ہے مثلاً بدعت حسنہ و بدعت سیئہ۔ بدعت کے نقصانات۔ بدعت اور سنت۔ کشف اور احکام دین کا تعلق وغیرہ وغیرہ مؤلف کا مقصد یہ ہے کہ آج کل جتنے بھی صوفی اور پیران طریقت اور ان کے متوسلین ہیں۔ وہ سب کے سب حضرت مجدد رح سے گہری عقیدت اور محبت رکھتے ہیں اور عموماً یہی لوگ بدعات کے موجد، بانی اور مبلغ ہوتے ہیں۔ اسلئے حضرت مجدد رح کے ارشادات کا مطالعہ کرکے اگر وہ عقل و فہم اور انصاف پسندی سے کام لیں۔ تو ان کے سدھر جانے کی توقع ہے۔ پیش لفظ میں مؤلف ممدوح نے نہایت دردمندی سے سنت کی پیروی اور بدعت سے بچنے پر زور دیا ہے۔ دل چاہتا ہے کہ پورا پیش لفظ نقل کردوں۔ مگر تنگیٔ داماں مانع ہے۔ تاہم نمونہ ملاحظہ ہو۔

"ایک محبوب کی رعنائی اور دلداری کے باوجود دوسرے محبوب سے تعلق داری کیسے ممکن ہو سکتی ہے۔ جن لوگوں کو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ہے اور جو جناب کے عشق کے دعویدار ہیں۔ انہیں جناب رسالت پناہ کی نسبت سے عشق ہونا چاہیئے۔ محبوب کے اعمال سے عشق محبوب کی ذات سے عشق کا ثبوت ہوتا ہے۔ ایسے حضرات کے لئے سنت نبوی کے مقابلے میں کسی اور صاحب کا طریقہ یا عمل قطعاً جاذب نظر اور قابل عمل نہیں ہو سکتا۔ زبان سے کملی والے کے عشق کا اظہار کرنا اور قول و فعل سے کملی والے صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے بلند اور رفیع محل کو ڈھانا بہت بڑی تباہی اور بہت بڑی کم بختی ہے۔ کوئے دوست میں ہُو کا نعرہ بلند کرنا اور جانتے جاتے اس کے در و دیوار پر پتھر پھینکتے جانا نہ مجذوبوں کا کام ہے۔ نہ سالکوں کا۔ نہ عارفوں کا نہ عاملوں کا" (ص)

کتاب کا انتساب شیخ الحدیث حضرت مولانا نصیر الدین صاحب غور غشتوی دامت برکاتہم خلیفہ ارشد طریقت حامی شریعت حضرت مولانا حسین علی صاحب قدس سرہ کے نام سے نہایت مبارک ہے۔ ص ۹ پر مؤلف نے بدعت کی حقیقت بیان کرتے ہوئے لکھا ہے۔

"لغت کی رُو سے بدعت کے معنی ہیں: ظلم، حد سے تجاوز، بغاوت، جھگڑا"

یہاں مؤلف موصوف کا قلم چوک گیا ہے۔ بدعت کا یہ لغوی مفہوم صحیح نہیں ہے۔ اور نہ ہی لغت کی کسی کتاب میں اس کا یاد کرے۔ محترم پروفیسر صاحب نے لفظی مشابہت کی وجہ سے لفظ بدعت اور تعدی کو ہم معنی سمجھ لیا ہے حالانکہ دونوں لفظ جداگانہ معنوں کے حامل ہیں۔ اور دونوں کے مادے (Roots) بھی الگ الگ ہیں۔ بدعت کا مادہ بدع اور تعدی کا مادہ عدو ہے۔ بدعۃ اصل میں مبتدع ہے اور اسکی نا نقل کے لئے ہے اور مبدع یا مبدعۃ لغت میں ہر اس نو ایجاد چیز کو کہتے ہیں جسکی مثال پہلے موجود نہ ہو۔ جیسا کہ قاموس میں ہے۔ والبدع بالکسر الامر الذی یکون اولاً

محترم پروفیسر صاحب نے بدعت کا صحیح اصطلاحی مفہوم بیان فرمایا ہے۔ یعنی

"اور اصطلاح کی رُو سے بلاضرورت دین میں نئی بات پیدا کرنا بدعت ہے"

یہ بھی محل نظر ہے۔ اس میں "بلاضرورت" کی قید کا اضافہ نہ صرف زائد اور بلاضرورت ہے۔ بلکہ خطرناک نتائج کا حامل ہے۔ یہ لفظ تو بہت سے "روشن خیال" اور تن آسان "مومنین" کے لئے باضرورت بدعات کا دروازہ کھول دے گا آج کل اکثر بدعات اسی چور دروازے سے دین میں داخل کی جا رہی ہیں۔ زیر نظر کتاب بلاشبہ ایک بیش قیمت خزینہ ہے۔ اور توحید و سنت کے پروانوں کے لئے چراغ راہ ہے۔ اس کے مطالعہ سے تعصب کی کمی دور ہو گی۔ ذہن کو جلا اور قلب کو سرور حاصل ہو گا۔ سنت کے حق میں اور بدعت کے خلاف یہ کتاب ایک بہترین دستاویز ہے۔ جس کا ہر گھر میں ہونا ضروری ہے۔

درس توحید

مرتبہ:۔ مولانا حافظ سراج الدین صاحب جودھپوری یہ $\frac{20 \times 30}{16}$ سائز کے ۴۶ صفحات کا ایک پمفلٹ ہے جسے حکیم عبدالعزیز صاحب چھوٹانی رنگون والے نے شائع کیا ہے۔ اس کتابچے میں مرتب نے توحید باری تعالیٰ سے متعلق قرآن حکیم کی بہت سی آیتیں مع ترجمہ جمع کر دی ہیں جن میں اللہ تعالیٰ کی صفات مخصوصہ کا ذکر ہے۔ پمفلٹ، تمہید، چار ابواب اور خاتمہ پر مشتمل ہے۔ تمہید میں وجہ تالیف، معیار توحید اور شرک کی برائی کا بیان ہے۔ پہلے باب میں نصوص قرآنیہ اور احادیث نبویہ اور اقوال ائمہ دین سے واضح کیا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی حاجت روا اور مشکل کشا نہیں، عالم الغیب صرف اللہ ہے۔ نفع و نقصان صرف اللہ ہی کے اختیار میں ہے۔ دوسرے باب میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ اور بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگیوں کے کچھ واقعات بیان کئے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ عالم الغیب اور مالک و مختار نہیں تھے۔ چوتھے باب میں حدیث اور فقہ کے حوالوں سے بعض مشہور بدعات کا رد کیا ہے۔ اور خاتمہ اشعار پر مشتمل ہے۔ پمفلٹ کی کتابت و طباعت صاف ہے قیمت کچھ نہیں۔ سات پیسے کے ڈاک ٹکٹ بھیج کر پتہ ذیل سے مفت منگایا جا سکتا ہے:۔ محمد رمضان معرفت مکتبہ نمبر ۱۔ دع ادب یوسف پوسٹ بکس ۵۲۳۴ کراچی ۲

اقامت صلوٰۃ

مرتبہ:۔ مولانا ابو الحسنین محمد عبدالعلیم صاحب قاسمی۔ ضخامت $\frac{20 \times 30}{16}$ سائز کے ۴۴ صفحات۔ کتابت عمدہ۔ طباعت متوسط۔ کاغذ سفید، ٹائیٹل آرٹ پیپر۔ قیمت ایک روپیہ

ملنے کا پتہ:۔ شکور تعلیم ... حنیف ... عثمان روڈ۔ لاہور۔ اس کتاب میں فاضل مؤلف نے اقامت صلوٰۃ کی اہمیت

ہے ۔ یہ کتاب کمسن بچوں اور بچیوں کے لئے خاص طور پر مفید ہے ۔

خلیفہ ربوہ کا دعوت مباہلہ کی منظوری سے فرار ۔ یہ $\frac{20 \times 30}{16}$ سائز کے ۴۰ صفحوں کا مختصر سا پمفلٹ مولانا منظور احمد صاحب پرنسپل جامعہ عربیہ چنیوٹ کی طرف سے خلیفہ ربوہ کو دعوت مباہلہ کے چیلنج کی تفصیلات پر مشتمل ہے خلیفہ ربوہ نے .... مولانا موصوف کے کسی خط کا جواب نہیں دیا البتہ ان کے ایک حواری مولوی ابوالعطاء صاحب جالندھری نے مولانا کو جواب دینے کے لیے قلم اٹھایا تھا ۔ پمفلٹ میں جواب اور جواب الجواب کی پوری روداد مذکور ہے ۔ علاوہ ازیں پمفلٹ میں دو عبرتناک مباہلوں کی تفصیلات بھی درج ہیں ۔ یہ دونوں مباہلے مسلمانوں اور قادیانیوں کے درمیان ہو چکے ہیں ۔

۱ ۔ پہلا مباہلہ مولوی عزیز الرحمٰن مرزائی اور خضر حیات بھٹی ساکن کوٹ سلطان ضلع جھنگ کے درمیان ۲۲ فروری ۱۹۵۴ء کو ہوا ۔

۲ ۔ دوسرا مباہلہ مولانا کریم عبداللہ امام مسجد منڈھار ، مولانا عبدالخلیل امام مسجد عطر شیشہ اور مولانا عبداللطیف ساکن کھگلا (مسلمانان) اور سید عبدالرحیم شاہ ، علاء حیدر اور عبدالرحیم (مرزائیاں) کے درمیان بروز جمعہ ۲۲ فروری ۱۹۵۴ء کو زیارت شہید غازی بابا کے مقام پر ہوا ۔ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں مباہلوں میں حق کا بول بالا فرمایا ۔ اور اس نے دونوں موقعوں پر موعودہ عذاب مرزائیوں پر نازل فرما کر ان کے کذب و افتراء پر مہر ثبت فرما دی ۔ پمفلٹ کی قیمت صرف ۳ روپے اور پتہ ذیل سے ملتا ہے ۔ شعبہ نشر و اشاعت جامعہ عربیہ چنیوٹ ضلع جھنگ

جامعہ قاسمیہ لائل پور کا سالانہ اجلاس

لائل پور کی مشہور دینی درسگاہ جامعہ قاسمیہ کا سالانہ اجلاس ۱۰ ۔ ۱۱ ۔ ۱۲ اگست کو عید باغ دھوبی گھاٹ میں ہونا قرار پایا ہے جس میں ملک بھر کے نامور علمائے کرام شرکت فرمائیں گے ۔ احباب نوٹ کر لیں ۔

والسلام ۔ از محمد ضیاء اللہ قاسمی ، ناظم جامعہ قاسمیہ غلام محمد آباد ۔ لائل پور

بقیہ مکتوب گرامی ص ۲ کا تفسیر کی جا سکتی ہو لیکن اگر صرف مجملات ہی ہوں جن سے مسئلہ کے دونوں پہلو نکل سکتے ہوں ۔ یا واضح ہوں مگر مخالف پہلو غامض اور نمایاں وجہیں تاویل کی گنجائش نہ ہو ۔ تو پھر اپنے مفہوم کو سامنے رکھ کر مخالف پہلو اختیار کرنے والوں پر ایسی نکیر کی گنجائش نہ ہوگی ۔ جو مخالف پہلو کے ممکن ہونے کی صورت میں کی جا سکتی تھی ۔ کیونکہ اس صورت میں یہ تفصیلاتی یا کیفیاتی اختلاف ایک علمی اور نظری اختلاف ہوگا جسے مسلکی اختلاف سے تعبیر نہیں کیا جا سکے گا جس کے معنی یہ ہونگے کہ مسئلہ کی تفصیلات میں ایسے اختلاف کی گنجائش ہے جو علماء میں ہر وقت ہو سکتا ہے ۔

البتہ عوام سے ایسے اختلافات کا کوئی تعلق نہیں ہوتا وہ صرف نفس مسئلہ اور اس کے قدر مشترک کے مکلف ٹھہرائے جاتے ہیں جو مسلک کی بنیاد ہوتی ہے اسلئے مسئلہ حیات النبی کے سلسلہ میں زیر نظر مصالحت اور مفاہمت باہمی کی بنیاد دلائل اصل مسئلہ کے اختلافی پہلوؤں سے الگ رہ کر نفس مسئلہ کے قدر مشترک پر رکھی گئی جو فریقین کے نزدیک قابل قبول ہو گئی ۔ جیسا کہ آئندہ مفاہمت کی عبارت کے متن سے واضح ہوگا ۔

کاغذ ۲ کی عبارت : ۔ اسی قسم کا اختلاف فرمایا جس کا مبنی متقدمین کی ایسی ہی عبارتیں یا نصوص کے مدلولات کی اس قسم کی تعبیر

---

۳ ہوتے ہوئے اختلاف رائے کی گنجائش کلیتہً مسلوب نہیں سمجھی جا سکتی ۔

Scanned with CamScanner

آہ علم و معرفت کا اک خزانہ لٹ گیا

از جناب محمد ظہور الحق ظہور چھینیہ بالی پنڈی گھیب

آہ! بزمِ اہلِ ایماں ہوگئی ہے سوگوار
بجھ گئی ہے ناگہاں اک اور شمعِ نور بار

گلشنِ توحید و سنت ہوگیا وقفِ خزاں
کتنی بے موقع چمن سے ہوگئی رخصت بہار

ہوگیا ہے آسمانِ رشد کا سورج غروب
ظلمتِ شبہائے غم میں چھپ گیا ہے روزگار

ہادیٔ راہِ ہدایت، حافظِ دینِ متیں
زینتِ محراب و منبر، باغِ ملت کی بہار

ساقیٔ جامِ شریعت، عاشقِ خیر البشر
کاروانِ معرفت کا رہنمائے کامگار

شاہدِ بازارِ معنی، سروِ باغِ نقشبند
پاسبانِ حنفیت اسلافِ دیں کی یادگار

مرشدِ کامل، حقیقت آشنا، حکمت پسند
داعیٔ توحید و سنت، عابدِ شب زندہ دار

راست گو، بیباک، میدانِ عمل میں گرمجوش
"قاضی نورِ محمد" بے مثالِ روزگار

ہوگئے انیس سو باسٹھ (۱۹۶۲ء) کے ماہِ جون میں
چھوڑ کر دنیائے دوں کو واصلِ پروردگار

آہ! علم و معرفت کا اک خزانہ لٹ گیا
چل بسا ملکِ ولایت کا مجاہد تاجدار

بارشِ انوارِ ربانی ہو تربت پر تری
اور ہو روشن جہاں میں تا ابد تیرا مزار

جانِ پاکت شادماں در جنتِ الفردوس باد
"فضلِ یزدانت" بود سایہ فگن لیل و نہار

۱۳ - ۸۲

کھیل ہے یا خواب ہے یا ہے فسانہ زندگی
کیا کرے کوئی حیاتِ دنیوی کا اعتبار

آہ ایسے لوگ بھی رخصت ہوئے آخر ظہور
جن کا ہوتا تھا خدا کے رازدانوں میں شمار

رُوداد اجتماع جمعیت اشاعت التوحید والسُّنۃ

آج بتاریخ ۲۲/۶/۶۲ بروز اتوار بوقت ۱۰ بجے صبح مطابق ۱۹ صفر ۱۳۸۲ھ جمعیت اشاعت التوحید والسُّنۃ کا خصوصی اجتماع ہوا جس میں مندرجہ ذیل (۴۰) علماء کرام اور اکابرین ملت مختلف اضلاع کو دعوت دی گئی۔ اوپناب ہیں جن کے دستخط ثبت ہیں حاضر ہوئے۔ یہ اجتماع زیر صدارت حضرت مولانا خدابخش صاحب سجادہ نشین حضرو منعقد ہوا۔ اور مندرجہ ذیل تجاویز عمل میں لائی گئیں۔

۱۔ چونکہ جناب مولانا قاضی نور محمد صاحب مرحوم صدر (امیر) اشاعت التوحید والسُّنۃ ۲۵ رجون ۱۹۶۲ء دنیا سے رحلت فرما گئے ہیں۔ لہٰذا مندرجہ ذیل حضرات کا دوبارہ انتخاب کیا گیا۔

سرپرست

۱۔ شیخ الحدیث مولانا نصیر الدین صاحب غورغشتوری ضلع کیمبل پور

۲۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا عبد الرحمٰن صاحب سابق صدر مدرس مظاہر العلوم سہارنپور۔ بہبودی

۳۔ استاذ العلماء حضرت مولانا محمد ولی اللہ صاحب میانوال

۴۔ صاحبزادہ مولانا عبد الرحمٰن صاحب واں بھچراں ضلع میانوالی۔

۵۔ مولانا میاں خدابخش صاحب سجادہ نشین حضرو۔

۶۔ مولانا محمد عرفان صاحب مقام ڈانگری مانسہرہ ضلع ہزارہ

امیر (صدر)

حضرت مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری

نائب امیر (نائب صدر)

۱۔ حضرت مولانا شمس الدین صاحب گوجرانوالہ

۲۔ حضرت مولانا محمد امیر صاحب سرگودھا۔

ناظم اعلےٰ

حضرت شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان صاحب راولپنڈی

نائب ناظم اعلےٰ

مولانا سید محمد حسین صاحب سجاد بخاری

معاون نائب ناظم

مجلس علماء کے ارکان

[illegible]

تعزیت کی قراردادیں

۱۔ جمعیت مذکورہ کا یہ نمائندہ اجلاس امیر شریعت حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ صاحب کی وفات پر دلی رنج و غم کا اظہار کرتا ہے۔ حضرت امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تمام [illegible] کتاب و سنت کے [illegible] کے لئے [illegible] اور [illegible] آزادی کے بیباک علمبردار اور مخلص مجاہد تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور [illegible] ان کو درجات عالیہ عطا کرے۔

۲۔ جمعیت کا یہ نمائندہ اجلاس شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب خلیفہ اجل حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات پر انتہائی رنج و ملال کا اظہار کرتا ہے۔ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے عالم اور صوفی تھے۔ آپ کو اپنے شیخ سے انتہائی محبت اور عقیدت تھی۔ تقسیم سے پہلے آپ نے امرتسر میں ایک شاندار دینی درسگاہ قائم کی تھی۔ تقسیم کے بعد آپ لاہور تشریف لے آئے اور یہاں جامعہ اشرفیہ کے نام سے مدرسہ قائم فرمایا۔ جو لاہور میں [illegible] دینی خدمات سرانجام دے رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ مفتی صاحب کی قبر کو روشن کرے اور انھیں رحمت و مغفرت سے نوازے۔

۳۔ جمعیت مذکورہ کا یہ نمائندہ اجلاس شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب امیر انجمن خدام الدین و خطیب جامع مسجد شیرانوالہ لاہور کے انتقال پر ملال پر گہرے حزن و ملال کا اظہار کرتا ہے۔ حضرت شیخ التفسیر رحمۃ اللہ علیہ [illegible] کے بہت بڑے عالم اور باعمل صوفی تھے۔ آپ حضرت شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک کے داعی تھے۔ توحید و سنت کی اشاعت و تبلیغ کا کام آپ نے شہر لاہور میں اسوقت شروع کیا تھا جب کہ پورے شہر میں اس مسئلہ میں اللہ کے سوا ان کا کوئی حامی نہیں تھا۔ اسی اتحاد مسلک کی وجہ سے آپ اکثر اپنے جلسوں میں حضرت مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ کو دعوت دیا کرتے تھے۔ اللہ ان پر کروڑہا رحمتیں نازل فرمائے۔ اور انکی قبر کو ٹھنڈا کرے۔

۴۔ جمعیت مذکورہ کا یہ نمائندہ اجلاس شمس العارفین حضرت مولانا حماد اللہ صاحب ہالیجوی کے انتقال پر ملال پر انتہائی غم واندوہ کا اظہار کرتا ہے۔ حضرت ہالیجوی رحمۃ اللہ علیہ حضرت مولانا سید تاج محمود امروٹی رحمۃ اللہ علیہ کے ذہین اور اکابر خلفاء میں سے تھے۔ آپ نے تقریباً پون صدی تک علاقہ سندھ میں رشد و ہدایت کا نور پھیلایا۔ آپ ظاہری اور باطنی علوم و فیوض کے سمندر تھے۔ ہزارہا پیاسے آپ کے فیضان سے مستفیض اور سیراب ہوئے۔ توحید و سنت سے آپ کو انتہائی عشق تھا اور شرک و بدعت سے آپکی فطرت سلیمہ سخت متنفر تھی۔ اللہ تعالیٰ ان پر باران رحمت نازل فرمائے اور انکو اپنی بخشش اور رحمت سے نوازے۔

Scanned with CamScanner

۵۔ جمعیت کا یہ نمائندہ اجلاس امام اہل سنت حضرت مولانا محمد عبدالشکور فاروقی لکھنوی کے انتقال پُرملال پر دلی رنج وغم کا اظہار کرتا ہے۔ حضرت امام اہل سنت رحمۃ اللہ علیہ دور حاضر کے اکابر علماء محققین میں سے تھے۔ آپ نہایت متقی اور پرہیزگار تھے۔ آپ نے ساری عمر تقریر و تحریر کے ذریعہ مسلک اہل سنت و جماعت کی تائید میں بسر کی۔ تردید بدعت و رفض کے لئے آپ سیف عریاں تھے۔ آپ نے درجنوں تصنیفات اپنی یادگار چھوڑی ہیں۔ آپ کی ہر تصنیف علم و تحقیق کے کوثر و تسنیم سے لبریز اور کتاب و سنت کے معقول اور مخصوص دلائل کا خزینہ ہے۔ مسلک اہل سنت کی تائید مدح صحابہ اور تردید بدعت و رفض کے میدان میں ان کے کارنامے موجودہ اور آئندہ نسلوں کو نشان راہ کا کام دینگے۔ اللہ تعالیٰ ان کی قبر کو نور سے بھر دے۔ ان کی مغفرت فرمائے اور انکی قبر پر تا ابد رحمت کی بارش برسائے۔

۶۔ جمعیت مذکورہ کا یہ نمائندہ اجلاس حضرت مولانا قاضی نور محمد صاحب خطیب جامع قلعہ دیدار سنگھ و امیر اعلیٰ جمعیت اشاعت التوحید والسنۃ کی اچانک اور حسرتناک وفات پر انتہائی غم و اندوہ اور رنج و ملال کا اظہار کرتا ہے۔ حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے متقی، خداترس عالم دین اور باعمل صوفی تھے۔ آپ نہایت باحوصلہ، متحمل مزاج اور باوقار شخصیت کے مالک تھے۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے ظاہری علوم کے ساتھ ساتھ عرفان باطن سے بھی وافر حصہ عطا فرمایا۔ آپ سلف صالح اور اکابر علمائے دیوبند کے مسلک توحید و سنت کے سختی سے پابند تھے۔ آپکی زندگی تقریر و تحریر کے ذریعہ توحید و سنت کی اشاعت، شرک و بدعت کی اماتت، تائید مسلک اہلسنت و حنفیت اور مدح صحابہ میں بسر ہوئی۔ حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات سے ہماری جماعت کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا ہے اللہ تعالیٰ ان کی روح پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے اور اعلیٰ علیین میں ان کو جگہ دے۔

جمعیت کا یہ اجلاس حضرت مرحوم کے برادران مولانا قاضی شمس الدین صاحب اور مولانا قاضی عبدالرحمان صاحب اور آپ کے فرزندان رشید خصوصاً آپ کے جانشین مولانا قاضی عصمت اللہ صاحب سے دلی ہمدردی کا اظہار کرتا ہے۔

دوسری قرارداد

پاکستان کا آئین اور عائلی قوانین

۱۔ جمعیت اشاعت التوحید والسنۃ کا یہ نمائندہ اجلاس واضح الفاظ میں اس حقیقت کا اظہار کرتا ہے کہ پاکستان صرف اسلئے حاصل کیا گیا تھا۔ کہ اسمیں قرآن و سنت کے مطابق حکومت قائم کی جائے گی۔ اور اس میں اسلام کا آئین نافذ ہوگا۔ اسلئے یہ اجلاس صدر پاکستان سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ پاکستان کے عوام کے جذبات اور ان کی خواہشات کے مدنظر پاکستان کے نئے آئین کو جلد از جلد کتاب و سنت کی تصریحات کے مطابق بنائیں۔ نیز یہ اجلاس مطالبہ کرتا ہے۔ کہ عائلی قوانین جو دین اسلام سے بے خبر چند ذہنوں کی ایجاد ہیں انہیں فوراً منسوخ کیا جائے۔ کیونکہ ان کی اکثر دفعات کتاب و سنت کے صریح خلاف ہیں۔

۲۔ جمعیت مذکورہ کا یہ نمائندہ اجلاس محترم صدر پاکستان سے مطالبہ کرتا ہے۔ کہ وہ مذہبی امور کی مشاورتی کمیٹی کی تشکیل کرتے وقت تین باتوں کا خیال رکھیں۔ ۱۔ اس کمیٹی کی رکنیت کے لئے صرف انہیں علماء کرام کو نامزد کیا جائے جنہیں تفسیر، حدیث اور فقہ کی کتابیں پڑھانے اور درس و تدریس کا کم از کم دس سالہ تجربہ ہو۔ ۲۔ علاوہ ان کی

اکثریت علماء کرام پر مشتمل ہو۔ ۳۔ علماء کے علاوہ جو ماہرین قانون اسمیں شامل کئے جائیں۔ وہ صحیح دینی ذہن رکھنے والے ہوں۔

مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ

۳۔ جمعیت اشاعت التوحید والسنۃ کا یہ نمائندہ اجتماع اس بات کا فیصلہ کرتا ہے۔ اور اپنی تمام جماعت کو اسکی پابندی کرنے کی درخواست کرتا ہے کہ حضرت مولانا علامہ قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند کی تجویز کردہ عبارت پر فریقین کے درمیان جو صلح ہوئی ہے۔ اسے قائم رکھا جائے اور اسے ہرگز توڑا نہ جائے (مگر یہ کہ فریق ثانی صلح کے خلاف کسی قسم کا اقدام کرے) ہماری جماعت جس طرح پہلے متحد ہو کر اشاعت توحید وسنت کا کام کرتی رہی ہے۔ اسی طرح آئندہ بھی کرتی رہے۔

ایک ہفت روزہ اخبار کا اجراء

۴۔ آخر میں باتفاق رائے فیصلہ کیا گیا۔ کہ "دعوت الحق" کے نام سے ایک ہفت روزہ اخبار جاری کیا جائے۔ جو جمعیت کا سرکاری ترجمان ہو۔ اور جس میں جمعیت کی تمام ماتحت شاخوں کی کارروائی شائع کی جایا کرے۔ اخبار کے اجراء کے لئے چونکہ سرمایہ کی ضرورت ہے۔ اسلئے ضروری سرمایہ کی فراہمی کا کام شروع کر دیا گیا ہے۔ جب اخبار کے اجراء کے تمام انتظامات مکمل ہو جائینگے۔ اسوقت اخبار جاری کر دیا جائے گا۔

محمد یوسف معاون نائب ناظم جمعیت اشاعت التوحید والسنۃ
دارالعلوم تعلیم القرآن۔ راجہ بازار۔ راولپنڈی

بقیہ اظہار حقیقت

ص ۵۴

موقع پر مولانا قاضی نور محمد صاحب مرحوم مولانا غلام اللہ خاں صاحب اور مولانا محمد اسحاق صاحب خطیب ایبٹ آباد نے پوری کوشش سے حضرت مہتمم صاحب موصوف سے حضرت مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری کے بارے ایک تحریر حاصل کی جو اسی رسالہ کے صفحہ ۲۷ پر چھپی ہے۔ مولانا محمد اسحاق ہمارے دلی شکریہ کے مستحق ہیں۔ کہ انہوں نے بھی اس سلسلہ میں محترم قاری صاحب کو اپنے مخصوص لہجہ میں درخواست کی۔ چنانچہ حضرت موصوف نے فراخدلی سے کام لیتے ہوئے مشارالیہ کی تحریر لکھدی۔ اور شاہ صاحب کے بارے میں جس تحریر پر فریقین کے دستخط ہوئے تھے۔ چونکہ اس تحریر کی وجہ سے صلحنامہ میں توازن قائم نہیں رہا تھا۔ اسلئے حضرت مہتمم صاحب دامت برکاتہم نے ہندوستان کو روانگی کے دن یعنی ۸ جولائی سنہ ۶۲ کو بمقام لاہور اسکا لعدم قرار دیدیا۔

اظہارِ حقیقت

حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند اور مولانا غلام اللہ خان صاحب کے درمیان صلح کے سلسلہ میں خط و کتابت ہوئی تھی۔ اسمیں محترم قاری صاحب نے فرمایا تھا۔ کہ میں چاہتا ہوں۔ کہ فریقین کے درمیان صلح ہو جائے۔ اور حسب سابق دونوں فریق متحد ہو جائیں۔ محترم موصوف نے یہ بھی فرمایا کہ فریقین کے درمیان اتحاد کے بغیر دارالعلوم تعلیم القرآن میں حاضری کے سلسلے میں دل میں شگفتگی محسوس نہیں ہوتی۔ اسلئے میں دوسرے فریق سے جلسہ میں بات چیت کر کے راولپنڈی میں آپ کو اسکی اطلاع دوں گا۔ مولانا غلام اللہ خان صاحب نے مولانا قاضی انور محمد اور مولانا قاضی شمس الدین صاحب اور مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری کو حضرت مہتمم صاحب مدظلہ العالی کے پروگرام کی اطلاع دیدی۔ چنانچہ قاضی نور صاحب اور مولانا قاضی شمس الدین صاحب جمعرات کو راولپنڈی پہنچ گئے۔ لیکن موخرالذکر موصوف نے فرمایا کہ شاہ صاحب کو ٹیلیفون کر کے روک دو۔ کہ وہ فی الحال راولپنڈی تشریف نہ لائیں۔ اور ہماری دوسری کال کا انتظار کریں۔ محترم قاضی صاحب دارالعلوم تعلیم القرآن سے شاہ صاحب کو ٹیلیفون کرا کر خود بھی پنڈی گھیب جلسہ پر تشریف لے گئے۔ محترم قاری محمد طیب صاحب حسب پروگرام جمعرات کو راولپنڈی پہنچ گئے۔ جمعہ کے دن صبح آٹھ بجے حضرت مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری کو گجرات میں ٹیلیفون کیا گیا۔ کہ وہ فوراً راولپنڈی پہنچ جائیں۔ ٹیلیفون چونکہ ایک دوسرے آدمی کی وساطت سے تھا۔ اسلئے شاہ صاحب کو دس بجے اسکی اطلاع دی گئی اور حضرت شاہ صاحب جمعہ کو راولپنڈی نہ پہنچ سکے۔ راولپنڈی میں جناب مولانا غلام اللہ خان صاحب۔ مولانا قاضی نور محمد صاحب۔ مولانا مفتی عبدالرشید صاحب درگشائی محلہ میں محترم قاری صاحب موصوف کی قیام گاہ پر پہنچے۔ تو وہاں حضرت قاری صاحب نے صلحنامہ کی عبارت کا پرچہ نکال کر مولانا غلام اللہ خان صاحب کو دیدیا جو پہلے موصوف کے پاس پہلے ہی سے لکھا ہوا موجود تھا محترم قاری صاحب نے فرمایا کہ میں چاہتا ہوں۔ کہ صلح کے لئے ایک ایسی مشترک عبارت تجویز کی جائے جو تمام علماء دیوبند کا متفقہ مسلک ہو۔ اور جس پر علمائے دیوبند کے یہ دونوں فریق متفق ہو جائیں۔ اور جو عبارت میں نے تجویز کی ہے۔ وہ فریقین کے درمیان قدر مشترک ہے۔ اور اسمیں میں نے کوئی زائد بات نہیں لکھی۔ یہ تحریر مولانا قاضی شمس الدین صاحب ہی کی ایک تحریر کا خلاصہ ہے جو مولانا محمد علی صاحب کے پاس موجود ہے۔ اسلئے مجھے امید ہے کہ اس عبارت پر فریقین کے دستخط ہو جانے سے نزاع کا خاتمہ ہو جائے گا۔

چنانچہ مولانا غلام اللہ خان صاحب نے محترم قاضی نور محمد صاحب سے مشورہ کر کے فیصلہ کیا کہ اس پر دستخط کر دئیے جائیں کیونکہ سماع صلوٰۃ عند القبر الشریف پر تو تمام اکابر علماء دیوبند متفق ہیں۔ اسلئے اگر جماعت کی خیر خواہی اور نزاع کو ختم کرنے کے لئے اس پر دستخط کر دئیے جائیں۔ تو اسمیں کوئی حرج نہیں۔ چنانچہ دونوں حضرات نے دستخط کر دیئے۔ یہ دونوں حضرات مولانا قاضی شمس الدین صاحب کی طرف سے مطمئن تھے۔ کیونکہ وہ سماع صلوٰۃ کو اپنے ایک خط میں تسلیم کر چکے تھے۔ جو انہوں نے کسی وقت مولانا محمد علی صاحب جالندھری کو لکھا تھا۔
باقی رہا شاہ صاحب کا معاملہ تو وہ چونکہ سماع صلوٰۃ کے دوام کے قائل نہیں تھے۔ اسلئے یہ خطرہ تھا۔ کہ دوسرا فریق ان پر طعن و تشنیع کریگا۔ اور ان کے خلاف پروپیگنڈا کریگا۔ اسلئے اکوڑہ سے حضرت مہتمم صاحب مدظلہ العالی کی راولپنڈی میں مراجعت

باقی بر صفحہ ۵۳

بقیہ بجٹ ص۸

جاری ہے۔ جو تھوڑی ہے اور بالکل ناکافی ہے۔ چشمہ بیراج پر جو عالمی بینک کی رقم سے کام شروع ہونے والا ہے۔ اور وہاں سے پانی چناب جہلم کی طرف پہنچانے کی سکیم شروع ہونے والی ہے۔ اگر ہمیں بھی دریائے سندھ کے پانی سے کچھ حصہ پانی دیا جائے۔ اور اس نہر کو وسیع سے وسیع تر کیا جاوے تو ہمارا ضلع آباد ہو سکتا ہے۔

نہر گل کچھ سکیم جسے اب ملتوی کر دیا گیا ہے۔ ہمارے ضلع کی زمینوں کو شاداب بنانے کے لئے لازمی سکیم ہے لیکن افسوس کہ اسے ملتوی کرنے کا حکم صادر کر دیا گیا ہے۔

میری درخواست ہے کہ اس سکیم کو بہت جلد عملی جامہ پہنانے کا حکم جاری فرمایا جائے۔

میرے ضلع ڈیرہ اسماعیل کی سڑکوں کا یہ عالم ہے کہ اکثر بالکل کچی ہیں، جہاں کا سفر کرنے کے بعد بدن کا کوئی حصہ ایسا نہیں ہوتا۔ جسے مٹی ڈھانپ نہ لیتی ہو۔

دریا خان سے ڈیرہ اسماعیل خان تک دریا کو پار کرنے کے لئے چودہ میل کا سفر چودہ گھنٹے میں طے کیا جاتا ہے۔ وہاں نہ لانچوں کا انتظام ہے، نہ جہاز اور اسٹیمر کا۔ ایک جہاز جو دقیانوس کے زمانہ کا ہے۔ وہاں چلتا ہے، جو اکثر بیشتر خراب ہی رہتا ہے۔ میں آپ کو وحشتناک خبر سناؤں۔ کہ ابھی ابھی غالباً ۲۲ مئی کو ایک کشتی وہاں غرق ہو گئی اور بہت قیمتی جانیں وہاں ضائع ہوئیں۔ یہ اس راستہ کا ادنیٰ کرشمہ ہے۔

اس کا بہت جلد انتظام ضروری ہے اور ان شہداء کے پسماندگان کو معاوضہ دینا لازمی ہے۔

ہمارے ضلع میں کسی قسم کا کوئی کارخانہ نہیں ہے۔ غرض کہ ہر لحاظ سے میرا ضلع پسماندہ ہے۔ میں یہ عرض کروں گا۔ کہ ہم بھی پاکستانی ہیں اور پاکستانی ہونے میں کسی سے پیچھے نہیں ہیں۔ ہمیں بھی دوسرے پاکستانیوں کی طرح بنیادی ضروریات مہیا کرنے کے لئے مواقع مہیا ہونے چاہئیں۔ وزیر خزانہ اور دوسری متعلقہ وزارتوں کو اس طرف خصوصی طور پر متوجہ کرنا میرا فرض تھا۔ جو میں نے ادا کیا۔ اب ان کا فرض ہے۔ کہ وہ کیا کرتے ہیں۔

آخر میں

ان معروضات کے بعد میں سمجھتا ہوں کہ میں نے آپ کے ماحول کا ساتھ نہ دیتے ہوئے آپ کو خلاف طبع سوچنے کی دعوت دی ہے۔ میں امید کرتا ہوں۔ کہ میری یہ صدا بصحرا ثابت نہ ہو گی۔ آخر میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں۔ کہ یا اللہ ہماری حالت زار پر رحم فرما۔ ہماری کوتاہیوں سے درگزر فرما۔ ہمارے دلوں کے دروازوں کو اسلام کے لئے کھول دے اور اس ملک کو اسلام کے نور سے چمکا۔ اور دوسرے ملکوں کا امام بنا۔

ربنا ظلمنا انفسنا وان لم تغفر لنا وترحمنا لنکونن من الخاسرین

فیکٹری واہ میں ماہنامہ تعلیم القرآن کی ایجنسی اور دیگر [illegible] رسائل الفرقان لکھنؤ، خدام الدین لاہور، مسلم خواتین کا مذہبی رسالہ رضوان لکھنؤ ہر قسم کے قرآن پاک اور مذہبی کتابیں ہر وقت مل سکتی ہیں۔ مکتبہ تعمیر ملت۔ لائق علی چوک۔ واہ کینٹ

Scanned with CamScanner

حضرت مولانا قاضی نور محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا عالمگیر ماتم

احباب کا شکریہ

میرے والد محترم حضرت مولانا قاضی نور محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات پر اندرون ملک اور بیرون ملک سینکڑوں تعزیت کے خطوط موصول ہوئے جن حضرات نے بنفس نفیس تشریف لا کر یا خطوط کے ذریعے اس غم میں میری دلجوئی کی ہے۔ اور مجھ سے ہمدردی کا اظہار فرمایا ہے۔ میں ان کے اس اخلاص کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین

احقر عصمت اللہ صدر مدرس جامعہ محمدیہ قلعہ دیدار سنگھ ضلع گوجرانوالہ

تعزیت کے خطوط لکھنے والوں میں سے کچھ کے نام یہ ہیں

۱۔ حضرت مولانا نصیر الدین صاحب غورغشتی ضلع کیمل پور
۲۔ مولانا خیر محمد صاحب مہتمم مدرسہ خیر المدارس ملتان
۳۔ حضرت مولانا محمد طاہر صاحب پنج پیر ضلع مردان
۴۔ مفتی عبدالرشید۔ دار العلوم تعلیم القرآن راولپنڈی
۵۔ مولانا غلام مصطفےٰ صاحب دار العلوم تعلیم القرآن ”
۶۔ مولانا دوست محمد صاحب قریشی ملتان
۷۔ سید نور الحسن شاہ صاحب بخاری ملتان
۸۔ مولانا محمد علی صاحب جالندھری۔ ملتان
۹۔ حافظ اللہ داد صاحب کھاڈیالہ ضلع گجرات
۱۰۔ حکیم نفیر محمد صاحب میاں چنوں ضلع ملتان
۱۱۔ محمد ظہیر الدین صاحب لسنبت روڈ لاہور
۱۲۔ قاضی عبدالحق صاحب نارڑہ ضلع کیمبل پور
۱۳۔ حاجی عبدالکریم حاجی عبدالحمید صاحبان کراچی
۱۴۔ چودھری نیاز احمد صاحب ہانگ کانگ
۱۵۔ ملک محمد حنیف صاحب دوہا۔ بیا[illegible]
۱۶۔ مولانا عبدالحلیم صاحب قاسمی۔ جامعہ حنفیہ بلال روڈ لاہور
۱۷۔ چودھری عبدالقادر صاحب بمبئی ۔ ہندوستان
۱۸۔ ڈاکٹر محمد نواز صاحب ہرسنگ ملایا۔
۱۹۔ طفیل محمد علوی صاحب۔ کانگو افریقہ
۲۰۔ نور محمد صاحب تکین کلاں ضلع گوجرانوالہ
۲۱۔ امداد الحق صاحب چک جھمرہ ضلع لائل پور
۲۲۔ محمد عبدالکریم صاحب لدھیوالہ چیمہ ضلع گوجرانوالہ
۲۳۔ مستری چراغ دین صاحب موضع ننگ پورہ
۲۴۔ محمد صادق صاحب نوشہرہ ورکاں ضلع گوجرانوالہ
۲۵۔ صفدر حسین صاحب کوٹ کیلیاں ضلع گوجرانوالہ
۲۶۔ حکیم قاضی غلام حسین صاحب حافظ آباد ”
۲۷۔ چودھری محمد یسین صاحب لاہور
۲۸۔ محمد شفیق صاحب بہاول پور
۲۹۔ عبدالخالق صاحب کوہ نور ملز راولپنڈی
۳۰۔ غلام غوث صاحب کراچی
۳۱۔ عبدالرحیم صاحب چک جھمرہ ضلع لائل پور
۳۲۔ محمد عنایت اللہ صاحب کراچی
۳۳۔ حاجی محمد رمضان و حاجی محمد یوسف صاحبان صدر کراچی
۳۴۔ مرزا محمد بشیر بیگ صاحب ضلع رحیم یار خان

Monthly
"TALEEM-UL-QURAAN" RAWALPINDI

جواہر القرآن

از افادات امام المفسرین حضرت مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ
مرتبہ شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خانصاحب۔

یہ کتاب بالکلیہ اسم بامسمی ہے اور تفسیری جواہر پاروں کا بے بہا خزینہ ہے۔ یہ فوائد مولانا غلام اللہ خانصاحب نے اپنے شیخ سے قرآن پڑھتے وقت حاصل کئے تھے۔ اس کتاب میں ان تمام تفسیری اصطلاحات کی تفصیل کی گئی ہے جن کا جاننا قرآن فہمی کے لئے ضروری ہے۔ نیز اس میں شرک کی مختلف اقسام اور توحید کے متعلق قرآنی آیات کو جدول نقشہ انداز میں جمع کیا گیا ہے۔ کاغذ سفید، کتابت و طباعت عمدہ قیمت غیر مجلد دو روپے، مجلد دو روپے آٹھ آنے۔

خصائل مسلمین

اردو ترجمہ مسائل اربعین
مترجمہ [illegible] احمد سجاد بخاری

حضرت مولانا محمد اسحق دہلوی رحمہ اللہ کی ذات گرامی محتاج تعارف نہیں آپ سراج الہند حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے نواسے اور حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ تعالے علیہما کے شیخ الشیوخ ہیں۔ آپ کی کتاب مسائل اربعین شادی غمی وغیرہ کی بدعات و رسوم کے رد میں بہترین کتاب ہے اس میں شاہ صاحب نے شادی، بیاہ، ماتم وغیرہ کے مسائل میں کتاب و سنت اور ارشادات سلف سے مسلمانوں کی نہایت عمدہ راہنمائی فرمائی ہے۔ یہ کتاب چونکہ فارسی زبان میں تھی اور عوام اس سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے تھے اس لئے اسے سلیس اور عام فہم اردو میں منتقل کر کے شائع کیا گیا ہے تاکہ اردو خوان طبقہ بھی اس سے فائدہ اٹھا سکے۔ شروع میں مصنف کے حالات پر مشتمل ایک مختصر سا مقدمہ بھی شامل ہے۔ کاغذ سفید کتابت و طباعت عمدہ قیمت مجلد دو روپے غیر مجلد ایک روپیہ

ملنے کا پتہ:

کتب خانہ رشیدیہ ... مدینہ مارکیٹ راجہ بازار راولپنڈی

TAMEER PRINTING PRESS — SAIDPUR ROAD — RAWALPINDI